باردولی کا بھوت

جاسوسی دائرہ سیریز

باردولی کا بھوت

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں ۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے ۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی ۔

پرنٹر: ــــــ ممبئی ۔انڈیا

Akram Allahabadi

ایڈیٹوریل

لیجیے خاص نمبر میں باردولی کا بھوت حاضر ہے۔
اکرم الہ آبادی نے اس ناول میں ایک بار پھر جنکشن بلارا کی یاد تازہ کردی ہے۔
باردولی کا بھوت سے ٹکر لینے کیلیے سپرنٹنڈنٹ کو اپنی پوری کمک، یعنی بالے، روف، ابراہیم اور کرن سے مدد لینی پڑی۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ باردولی کا بھوت کیا چیز ہوگا۔
اس ناول کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ آپ بہت کچھ کہیں گے۔

Akram Allahabadi

باردولی کا بھوت

ای ی ی..ای ی ی...

۹ ڈاؤن گجرا یکسپریس باردولی سے چند میل دور کھڑی وقفے وقفے کے ساتھ سیٹیاں بجا رہی تھی۔ گارڈ نے اسے سگنل سے دو فرلانگ دور ہی روک لیا تھا۔

ابتدائی جاڑوں کا موسم تھا اور پسینجرز، ایکسپریس کی وسل سے بے خبر، اپنے اپنے ڈبوں میں پڑے سو رہے تھے، کیونکہ ایکسپریس باردولی کے اسٹیشن پر نہ ٹھہرا کرتی تھی۔

جب وسل پے در پے بجانے کے بعد بھی سگنل تبدیل نہ ہوا تو ڈرائیور انجن سے نیچے اتر آیا۔ گارڈ بھی اپنے ڈبے سے اتر کر انجن کی طرف آ رہا تھا، اس کے ہاتھ میں سگنل کی بتی تھی۔

"ہیلو انتھونی، کیا بات ہے؟ سگنل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟" گارڈ نے پوچھا۔

"معلوم نہیں کیا گھپلا ہے، مسٹر ڈانڈیکر۔ یہ سالے لائن مین ٹھرا پی کر انٹا غفیل ہو جاتے ہیں۔ دیکھوں، فائر مین کو بھیجتا ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر اس طرح ہم کم از کم ۵ منٹ لیٹ ہو جائیں گے۔"

"ڈونٹ وری میں اسپیڈ میں لے جاؤں گا اور احمد آباد پہنچتے پہنچتے ٹائم میک اپ کر لوں گا۔"

"اوئے نارائن، ذرا جا کر دیکھ تو، سالا کہاں مر گیا، اس کی رپورٹ کرنی ہی پڑے گی۔"

ڈرائیور انتھونی نے فائر مین کو آواز دی۔ فائر مین منمناتا ہوا انجن سے نیچے اترا۔ اسے شاید اس اندھیری اور سرد رات میں انجن کی گرمی چھوڑ کر جانا کچھ خوشگوار معلوم نہ ہو رہا تھا۔

اس دوران چند اور آدمی بھی اپنے ڈبوں سے اتر آئے تھے۔ بعض رفع حاجت کیلیے

Akram Allahabadi

بیٹھ گئے تھے اور بعض گارڈ سے بے تکے سوال کر رہے تھے۔

''گاڑی کب چلے گی؟''

''سگنل کیوں نہیں ہوتا ہے؟''

''کوئی آدمی گاڑی کے نیچے آ گیا کیا؟''

''سنا ہے کوئی بھینسا ٹکرا گیا ہے؟''

''نہیں بابا، نہ آدمی گاڑی کے نیچے آیا ہے اور نہ کوئی بھینسا ٹکرایا ہے، تم لوگ گاڑی پر جاؤ ابھی چلتا ہے۔''

مگر لوگ کہاں سنتے تھے۔ اتنے میں ایک بڑے میاں گلے میں مفلر لپیٹے ہوئے تشریف لائے اور بجائے گارڈ کے ڈرائیور سے، جو اپنی صورت ہی سے کرسچین معلوم ہوتا تھا، پوچھنے لگے۔

''آپ کرسچین معلوم ہوتے ہیں؟''

''ہاں، پھر، کیا بات ہے؟''

''میں آپ سے پوچھتا ہوں کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے۔ میرے ساتھ زنانی سواریاں ہیں اور میں ٹھہرا بوڑھا آدمی۔'' بڑے میاں انتہائی پراسرار طریقے پر بولے۔

''نہیں نہیں، بابا، ایسا کوئی بات نہیں ہے۔'' انتھونی نے جواب دیا۔ حالانکہ وہ بڑے میاں کا مطلب سمجھا بھی نہیں تھا۔

''دراصل گزشتہ فرقہ وارانہ فسادات کا اثر ابھی کم نہ ہوا تھا اور اقلیتی فرقے کے دلوں پر ہراس چھایا ہوا تھا۔ انھیں اندیشہ ہی لگا رہتا تھا کہ کب دوبارہ فساد شروع ہو جائیں گے۔ پھر وہ افواہیں بھی تھیں کہ فلاں جگہ گاڑی روک کر فسادیوں نے پسنجروں کو قتل کر دیا اور سامان لوٹ لیا۔ ان بڑے میاں نے، جو اپنی داڑھی کی وجہ سے مسلمان معلوم ہوتے تھے، اسی خدشے کا ذکر کیا تھا۔

فائر مین نارائن کو لائن مین کی طرف گئے ہوئے، جس کی جھونپڑی کراسنگ سے قریب تھی، کافی دیر ہوگئی تھی، اس لیے ڈرائیور نے پھر انجن پر چڑھ کر وسل دینی شروع کر دی تھی۔ ہر ایک کی نظریں سگنل کی طرف لگی ہوئی تھیں، مگر سگنل تھا کہ ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔

ایک تو تاریک رات، دوسرے سنسان جنگل اور پھر انجن کی خاموشی کا سینہ توڑتی ہوئی ہیبتناک چیخیں، یہ سب مل کر ماحول اور فضا کو کافی ڈراؤنا بنا دینے کیلیے کافی تھیں کہ یکایک نارائن چیخیں مارتا ہوا انجن کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ انجن کی تیز لائٹ میں اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"نارئن، کا کے جھالا (کیا ہوا)۔" گارڈ نے مراٹھی میں دریافت کیا۔

"کیا بات ہے، کاے کو بوم مارتا ہے؟" انتھونی نے بھی پوچھا۔

مگر نارائن چیخیں مار رہا تھا، یا اب اس کی زبان سے آواز نہ نکلتی تھی۔ خوف کے مارے اس کی گھگھی بندھ گئی تھی۔

"ڈرومت، کیا بات ہے؟ ہم سب یہاں ہیں فکر نہ کرو۔" لوگوں نے نارائن کو تسلی دی۔

"کیا معاملہ ہے؟ کچھ منہ سے بولے گا؟" انتھونی نے ڈانٹا۔

"وہ... وہ... لائن مین... کیبن..."

"کیا ہوا کیبن میں؟"

"بھو... بھوت۔"

"بکواس کیے جا رہا ہے، بتاتا کیوں نہیں؟" گارڈ جھلایا۔

"کیبن میں لائن مین کی لاش پڑی ہے۔ بھوت نے اس کو مار ڈالا۔"

"ابے تو نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا، وہ سالا سو رہا ہوگا اور یہ بیٹا سمجھے کہ اس کی لاش پڑی ہے۔"

Akram Allahabadi

''نہیں، بابو، سچ کہتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کا سارا جسم آدمی کا تھا، مگر منہ گھوڑے کا تھا۔ رام رام رام...''

''جے بھوانی۔ آلارے آلا گھوڑا چا منہ والا (آیا آیا گھوڑے کا منہ والا)۔''

نارائن بتاتے بتاتے یکایک چیخنے لگا، اس نے اپنا مفلر اتار کر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور بے تکے پن سے ناچنے لگا۔

''نارائن، نارائن۔'' انتھونی چیخا، مگر نارائن جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ وہ 'آلارے آلا، گھوڑا چا منہ والا' کہتا ہوا انجن پر چڑھ گیا۔

''ارے کوئی پکڑو، یہ تو پاگل ہو گیا ہے۔''

''ڈر کے مارے اس کا دماغ چل گیا ہے۔'' مجمع میں سے لوگ کہنے لگے۔ بعض اسے پکڑنے کیلیے دوڑے بھی، مگر نارائن چھلانگ لگا کر دوسری طرف کود پڑا۔ اب کافی مجمع ہو گیا تھا، لوگ دھڑا دھڑ اپنے اپنے ڈبوں سے اتر رہے تھے۔ ادھر سے پکڑو پکڑو کی آوازیں لگائی جا رہی تھیں۔ لوگ جلدی جلدی دوبارہ ڈبوں میں چڑھ رہے تھے۔ زیادہ تر مسافروں کا یہی خیال تھا کہ گاڑی پر حملہ کر دیا گیا ہے، اس لیے انھوں نے کھڑکیاں اور دروازے مضبوطی سے بند کر لیے تھے۔

انتھونی بے تحاشا اپنے موٹے جسم کے ساتھ نارائن کو آوازیں دیتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ گارڈ بھی اس کے پیچھے دلکی چال سے دوڑ رہا تھا۔ یکایک نارائن کسی چیز سے اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور انتھونی اسے دبوچنے میں کامیاب ہو گیا۔

''اب بول کیوں بھاگ رہا تھا؟'' انتھونی ہانپتے ہوئے بولا۔ گارڈ ڈانڈیکر بھی قریب پہنچ چکا تھا۔

''مار سالے کے دو ہاتھ۔'' ڈانڈیکر دھاڑا۔

مگر نارائن بے ہوش ہو چکا تھا، اس کے منہ سے کف جاری تھا۔

عین اسی وقت فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں مشہور سراغرساں سپرنٹنڈنٹ حضور احمد خاں نے اپنے برتھ پر کروٹ لی ۔اوپر کی برتھ پر اس کا اسسٹنٹ سارجنٹ بالے پڑا خراٹے لے رہا تھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔اس کی ایک ٹانگ برتھ سے نیچے لٹک کر گھڑی کے پنڈولم کی طرح جھول رہی تھی۔

"دادی کی روح..فراک پہنے ہوئے...چاچا ڈانس..نہیں..نہیں ناتا...بلکہ ماموں ڈانس کر رہی ہے..مینڈک بینجو بجانے لگے..."

"او مائی گاڈ،ہیلو،مسٹر ڈفر بالے۔"

"گڈ لارڈ،بالے۔"سراغرساں خاں نے بالے کو پیر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔بالے نے صرف ایک کروٹ لی اور بڑبڑانے لگا۔

"گڑ کے لڈو،السی کا تیل اور پاپڑ نچھاور کرو،میں ڈلکیشور کے مندر کے کلس پر ڈانس کروں گا۔"

"گدھے،اگر تم نے نیند میں بھی بکواس سے باز نہیں رہ سکتے تو دوسرے کمپارٹمنٹ میں جا کر سو۔"خان صاحب جھنجلا اٹھے۔

"جی،کیا وضو کیلیے پانی دوں؟"بالے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

خان صاحب اس عرصے میں اپنی برتھ پر اٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور کھڑکی کھول کر باہر جھانک رہے تھے۔

"کیا ایئرپورٹ آ گیا؟ ہمارا جہاز یہاں جنگل میں کہاں اتر پڑا؟"بالے نے بھی سر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"جاؤ،معلوم کرو کیا بات ہے۔"خان صاحب نے بالے کی خرافات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد بالے واپس آیا اور کہا۔"مصیبت۔"

Akram Allahabadi

''یعنی؟'' خان صاحب نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ جو کسی نے کہا ہے کہ گورکن جہاں جائے اسے مردے ضرور ملتے ہیں، وہی حال اپنا ہے۔ جہاں جاؤ، لاشیں، مردے، قتل۔''

''بات کیا ہے؟ بکواس نہ کرو۔''

''گارڈ کا بیان ہے کہ سگنل گرا ہوا نہیں تھا، فائر مین کو معلوم کرنے کیلیے بھیجا گیا، وہ کہتا ہے کہ لائن مین اپنی کوٹھری میں مردہ پڑا ہے۔ کمرے میں اس نے ایک بھوت دیکھا، جس کا جسم انسانوں کا تھا اور منہ گھوڑے کا۔ شاید ابوالہول کی الٹی اولاد میں سے ہوگا۔''

''نارائن کیا کہتا ہے؟''

''وہ کہتا ہے، فوں فال... شو... ہی ہاہاہا... یعنی پاگل ہو چکا ہے۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔''

''آؤ میرے ساتھ۔''

''ناباہا، میں ایسی بھوت پریت کی جگہ نہ جاؤں گا، مجھے ویسے ہی آسیب سے ڈر لگتا ہے۔ میری خالہ کی نانی کہا کرتی تھیں کہ مجھ پر ہمیشہ پریوں کا سایہ رہتا ہے۔'' بالے نے مسکرا کر کہا۔

دوسرے لمحے میں اس کی پیٹھ پر ایک جھٹکا لگا اور اس نے اپنا منہ بچانے کیلیے چھلانگ لگا دی۔

''واہ جناب، آپ نے تو میرا چوکھٹا بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔'' بالے نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے زمین سے اٹھ کر کہا۔ مگر خان صاحب قدم بڑھا چکے تھے، وہ انجن کی طرف چلے جا رہے تھے، مجبوراً بالے کو بھی ان کے پیچھے جانا پڑا۔

انجن کے پاس کافی مجمع لگا ہوا تھا۔ ایک طرف اڑ مین نارائن لیٹا ہوا تھا، لوگ اس کے گرد جمع تھے، ڈرائیور انتھونی حسرت سے سگنل کو دیکھ رہا تھا اور گارڈ بار بار اپنی گھڑی نکال کر

دیکھ رہا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ خان نے گارڈ سے اپنا تعارف کراتے ہوئے حالات دریافت کیے۔ انتھونی بھی آ گیا اور دونوں نے حالات سے آگاہ کیا۔ خان نے ایک چھچلتی سی نظر ڈالی اور اس کی چڑھی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس سے کچھ پوچھ گچھ فضول ہے۔ پھر انھوں نے گارڈ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ س

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے، کیا رات بھر گاڑی یہیں کھڑی رہے گی؟"

"دیکھیے میں آدمی کو بارڈولی بھیجتا ہوں، پولیس اور لائن مین کو بلانا پڑے گا، سگنل ہوئے بغیر تو گاڑی آگے جا نہیں سکتی۔"

"آپ اگلے کیبن سے کنٹیکٹ کیوں نہیں کرتے؟"

"وہاں تو لاش..."

"ہشت، چلیے میرے ساتھ۔" خان نے کہا اور ربالے سے کہا کہ وہ لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے، وہ ابھی آتے ہیں۔

"ایشور کیلیے وہاں نہ جایے، آلا رے آلا" یکایک مارائن چیخ پڑا، مگر خان نے کوئی توجہ نہ دی اور گارڈ، ڈرائیور کے ساتھ لائن مین کی کوٹھری کی طرف روانہ ہو گیا۔ لائن مین کی کوٹھری آموں کے باغ کے کنارے ہی تھی، جہاں سے کچی سڑک دھول گاؤں کی طرف جاتی تھی۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ تھا، جہاں زیادہ تر زمین پتھریلی تھی، تھوڑی دور پر کستا ندی بہتی تھی۔ محکمۂ جنگلات کا ریسٹ ہاؤس یہاں سے کوئی دو کوس ہوگا، جہاں اکثر بن مرغیوں کے شکاری شکار کھیلنے آیا کرتے تھے۔ انتھونی کے ہاتھ میں ٹارچ تھی اور وہ اپنا موٹا سا سگار دبائے سپرنٹنڈنٹ خان کے دائیں طرف چل رہا تھا، راستے میں اس نے یکایک پوچھا۔

"مسٹر خان، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟"

"یہی گھوسٹ، بھوت پلید کے بارے میں۔"

Akram Allahabadi

"بکواس، میرا کئی بھوتوں سے سابقہ پڑ چکا ہے، مگر وہ میری ایک لات بھی نہیں سہہ سکتے۔"

"صاب، آپ تو پولیس کے آدمی ہیں، ہم کو تو بہت ڈر لگتا ہے۔" ڈانڈیکر نے بیچ میں لقمہ دیا۔

"آپ بہت کمزور دل کے معلوم ہوتے ہیں، آپ اندر نہ آیئے گا۔" خان نے لائن مین کی کھوٹری کا نظروں ہی نظروں میں جائزہ لیتے ہوئے کہا، جواب سامنے نظر آ رہی تھی۔ اس کے واحد روشن دان سے ملگجی سی روشنی نکل رہی تھی۔ کوٹھری کی پشت پر کیلوں کے بڑے بڑے جھنڈ تھے اور تھوڑی دور پر آموں کا گھنا باغ شروع ہو جاتا تھا، سامنے سگنل کا کیبن تھا۔

خان صاحب نے گارڈ ڈانڈیکر کو باہر ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور ڈرائیور انتھونی کے ہاتھ سے ٹارچ لے لی۔ پھر انھوں نے نہایت آہستگی سے کھوٹری کا دروازہ کھول دیا۔ واسودیو، لائن مین، کی لاش زمین پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں مختصر سا سامان تھا، جو لالٹین کی مدھم روشنی میں بتا رہا تھا کہ واسودیو اس گھر میں تنہا نہیں رہتا تھا، بلکہ اور لوگ بھی رہتے ہیں، کیونکہ ایک طرف ایک پھٹی ہوئی ساڑھی اور بلاؤز بھی سوکھ رہے تھے۔

خان نے آگے بڑھ کر لاش کو سیدھا کیا، اس کی نبض ٹٹولی، پھر آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کھڑے ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کوٹھری میں ایک طرف ذرا اونچائی پر ایک روشن دان تھا، ایک دروازہ سامنے تھا، جس میں سے یہ داخل ہوئے تھے۔ ایک دروازہ اس کے مقابل پیچھے تھا، جو کیلوں کے جھنڈ کی طرف نکلتا تھا، وہ دروازہ بھی اس وقت کھلا ہوا تھا اور اس میں سے صبح کی تازہ ہوا کے سرد جھونکے آنے لگے تھے۔ پھر وہ کھوٹری سے باہر نکل آئے اور سگنل کے کیبن کی طرف گئے۔ انتھونی اور ڈانڈیکر ان کے ساتھ تھے۔

وہ کیبن میں داخل ہونے کیلیے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے کہ اندر سے زور سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ ڈانڈیکر نے ڈر کے مارے خان صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

Akram Allahabadi

خان نے مسکرا کر کہا۔ ''گھبرایئے نہیں، اگلے اسٹیشن کا سگنل ہے۔'' خان نے کیبن میں جا کر اگلے اسٹیشن سے سلسلہ جوڑا اور لائن چکر مانگا۔ لائن چکر ملنے پر اس نے سگنل کی اجازت لی اور سگنل ڈاؤن کر دیا، پھر وہ باہر نکل آیا اور ڈانڈیکر سے کہا۔

''آپ گاڑی لے آیئے، لائن کلیئر ہے۔''

او کے، چلو۔'' انھونی نے ڈانڈیکر سے کہا اور وہ دونوں تیز قدم اٹھا کر مین روڈ پر چل دیے، وہ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتے جا رہے تھے، خان وہیں کیبن کی سیڑھیوں پر کھڑا کیلوں کے جھنڈ کی طرف نظریں گاڑے ہوئے تھا، لیکن جونہی وہ چھوٹی پلیا پر سے گزرے اور انھوں نے پلٹ کر خان کی طرف دیکھا، تو وہ یکا یک چیخ مار کر دوڑ پڑے۔

''خان...بھوت...''

''ٹھہرو۔'' خان نے انھیں جلد ہی جا لیا۔

''کیا بات ہے؟ کیوں چیخے تھے؟ کیا دیکھا تم نے؟''

''ب...ب...بھوت...گھوڑے کا منہ...'' ڈانڈیکر بمشکل کہہ سکا۔ وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

''کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟'' خان نے انھونی سے پوچھا۔

''نہیں، میں نے تو صرف اس کا پائجامہ دیکھا تھا، سفید سفید، منہ نہیں دیکھا۔''

''کہاں؟''

''اُدھر، کیلوں کے جھنڈ میں گھس گیا تھا جھلک دکھا کر۔'' انھونی بولا۔

''اچھا تم جاؤ، گاڑی لے آؤ، میں تمھیں یہیں ملوں گا اور دیکھو اپنی ٹارچ مجھے دیتے جاؤ۔'' خان نے انھونی سے ٹارچ لے لی اور کیلوں کے جھنڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابھی وہ کیلوں کے جھنڈ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر ہو گا کہ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پیچھے آ رہا ہو۔ وہ دو قدم آگے چل کر فوراً مڑ پڑا اور ٹارچ کی روشنی پھینکی، مگر لمبی سی روشنی

Akram Allahabadi

کی دھار میں کوئی چیز نظر نہ آئی۔

"واہمہ بھی کیا چیز ہے۔" خان صاحب اپنے دل میں بولے اور کیلے کے درختوں کے موٹے موٹے تنوں کے درمیان روشنی ڈال کر دیکھنے لگے، پھر انھوں نے زمین پر ٹارچ کی روشنی ڈالی، یہاں زمین نرم ہونے کے باوجود پیر کا ایک بھی نشان نہ تھا۔ اس پر انھیں اس قدر تعجب ہوا کہ سر کھجانے لگے۔ پھر وہ ٹارچ ڈالتے ہوئے لائن مین واسودیو کی کوٹھری کے پچھلے دروازے تک آئے، مگر کسی کے قدموں کے نشان نظر نہ آئے۔ انھوں نے اسی طرح کوٹھری کے اردگرد ایک چکر لگایا اور پھر سگنل کیبن میں چڑھ گئے۔ اب ٹرین کی ہلکی ہلکی آواز آنے لگی تھی اور دور پٹریاں انجن کی روشنی میں جھلملا رہی تھیں۔ ٹرین کے سگنل پار کرتے ہی خان صاحب نے سگنل کو دوبارہ پرانی پوزیشن میں کر دیا اور کیبن سے اتر کر ریلوے لائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب ٹرین صاف نظر آ رہی تھی اور اگر ان کی نظریں غلطی نہ کر رہی تھیں تو بالے انجن کے سائڈ ہینڈل کو پکڑے کھڑا ہوا تھا۔ ٹرین بڑی آہستہ رفتار سے رینگ رہی تھی، شاید مسافروں کو لائن مین کی موت کا پتہ چل گیا تھا، جبھی ہر ڈبے کی کھڑکی سے لوگ سر نکالے اس کی کوٹھری کی طرف تک رہے تھے۔ اب ٹرین چھوٹی پلیا پر سے گزر رہی تھی کہ یکا یک ایک زور کا دھماکہ ہوا اور فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کے پرخچے اڑ گئے۔ لوگ چیخنے لگے اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔

سپرنٹنڈنٹ خان فوراً ہی اس ڈبے کی طرف دوڑے جس میں دھماکہ ہوا تھا اور انھیں یہ دیکھ کر بہت زیادہ حیرانی ہوئی کہ یہ وہی کمپارٹمنٹ تھا جس میں وہ اور بالے سفر کر رہے تھے۔ اس کی چھت اور کھڑکیاں ٹوٹ گئی تھیں، لیکن فرش اور پہیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔

"کیا ہوا؟ او میرے خدا، ہم بال بال بچ گئے۔" بالے نے اپنے کمارٹمنٹ کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میری غیر حاضری میں اپنے ڈبے کی طرف گئے تھے؟"

"نہیں، میں تو انجن کے پاس ہی رہا، یہاں تک انجن ہی میں سوار ہو کر آیا ہوں۔"

Akram Allahabadi

"خوش نصیب ہو، ورنہ تمہاری ہڈیوں کا بھی نشان نہ ملتا۔"

"کیا لائن مین کے قتل اور اس دھماکے میں...؟"

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا، فی الحال گاڑی کو بارودلی پہنچانا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ خان نے گارڈ ڈانڈیکر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تشویش

صبح سے ہی بالے کا منہ پھولا ہوا تھا۔

سراغرساں خان اشوک ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے کی بالکونی میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ان کے سامنے تپائی پر کافی کی ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ملازم ایک کپ میں کافی تیار کر چکا تھا،مگر دوسرا کپ جو شاید بالے کیلیے تھا ویسے ہی خالی پڑا تھا۔

"کافی نہیں پیو گے؟" خان صاحب نے بالے کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"جی نہیں،تھینک یو۔"بالے نے مہذبانہ انداز میں کہا۔جب بھی وہ کسی بات پر خفا ہوتا تھا تو انتہائی سلیقے سے گفتگو کرنے لگتا تھا۔

"اگر تمہیں اسی طرح جھک مارنی ہے تو واپس بمبئی چلے جاؤ۔"

"میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کیلیے موجود ہوں فرمایے؟"

"پہلے تو اپنا چوکھٹا ٹھیک کرو۔"

"یہ میرے اختیار سے باہر ہے، ویسے آپ کہیں تو میک اپ کے ذریعے ٹھیک کرلوں۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اپنا ٹکٹ کٹالو۔"

"بہتر ہے، مجھے معلوم ہے کہ آپ نے رؤف کو بلایا ہے۔"

"اوہ، تو اس وجہ سے تمہارا تھوبڑا پھولا ہوا ہے۔احمق کہیں کے۔نامعقول، انتہائی نامعقول۔"

"آپ گدھے کا لفظ فراموش کیے دے رہے ہیں؟" بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

خان صاحب مسکرا پڑے۔

Akram Allahabadi

"اچھا یہاں آؤ۔" خان صاحب نے اسے بلایا۔

بالے طوہاً و کرہاً سامنے کی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"اب بولو بات کیا ہے؟"

"ہمیں احمد آباد پہنچے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا ہے اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔ آپ صبح سے نکل جاتے ہیں اور رات گئے آتے ہیں۔ پھر راستے کے واقعات، لائن مین کا قتل، باردولی کا بھوت اور ٹائم بم کے ذریعے ہمارے کمپارٹمنٹ کی تباہی۔ میری تو عقل چکرا گئی ہے اور پھر مجھے رؤف کا تار ملتا ہے کہ وہ حسب ہدایت آج شام کو یہاں پہنچ رہا ہے۔ اور سنیے اس ایک ہفتے میں مجھے ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں دن بھر بیٹھا مکھیاں مارا کرتا ہوں۔ میری دلچسپی کا کوئی سامان نہیں، مجھے کسی بات کا علم نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے اندھیری کوٹھری میں قید تنہائی کی سزا دی جا رہی ہے۔"

"بس بیٹے، ابھی سے گھبرا گئے۔"

"بالکل گھبرا گیا ہوں۔ اگر دو چار دن اور یہی حالت رہی تو میں اسی بالکونی سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لوں گا۔"

"ایسے غیرت دار نہیں ہو تم۔ خیر یہ بتاؤ تم نے ان واقعات سے کیا اندازہ لگایا ہے؟"

"میرے خیال سے تو یہ سب ایک ہی اسکیم کی کڑیاں ہیں۔ ۹ ڈاؤن ایکسپریس کو اسی لیے روکا گیا تھا کہ کسی کو ہمارے ڈبے میں بم رکھنا تھا اور لائن مین کو پارٹی دراصل خوفزدہ کرنا چاہتی تھی، مگر وہ ڈر کے مارے مر ہی گیا۔ ہمیں کون قتل کرنا چاہتا ہے اور معاملہ کیا ہے؟ اس کا حل اسی وقت نکل سکتا ہے جب مجھے یہ معلوم ہو کہ آپ اس احمد آباد کیوں آئے ہیں؟"

"اور وہ باردولی کا بھوت جسے نارائن اور گارڈ ڈانڈیکر نے دیکھا؟"

"معمولی سی چیز۔ کسی نے ربر کا بنا ہوا گھوڑے کا منہ پہن رکھا ہوگا، جیسا کہ سوانگ

Akram Allahabadi

کیلیے لوگ پہن لیا کرتے ہیں۔"

"ابھی بچے ہو،کبھی اتنی جلدی فیصلہ نہ کرنا چاہیے۔یہ لواخبار پڑھو۔" خان صاحب نے کرائم گزٹ کا تازہ پرچہ بالے کی طرف بڑھایا۔

پہلے ہی صفحے پر چیف رپورٹر لانگ فیلو کے تیزابی قلم سے بارودلی کے بھوت کی اسٹوری شائع کی گئی تھی اور اسے باقاعدہ فائر مین ما رائن ،مقتول واسودیو، گارڈ ڈانڈ یکرا اور سراغرساں حضور احمد خان اور سارجنٹ بالے کی تصاویر کے علاوہ تباہ شدہ کمپارٹمنٹ اور جائے وقوع کے فوٹوگراف سے سجایا گیا۔پوری رپورٹ تین صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔بالے بڑے غور سے رپورٹ پڑھنے لگا۔

پھر جب پڑھ چکا تو زور سے کہا۔"لعنت ہے مجھ پر۔"

"کیا ہوا؟

"وہ جرنلسٹ کا بچہ، لانگ فیلو، سب کچھ جانتا ہے اور مجھے اتنا ہی معلوم نہیں کہ احمد آباد میں ورلڈ ڈیٹکٹیو موٹ (World Detectives Moot) منعقد ہو رہا ہے اور آپ اس کے صدر ہیں۔اور ۹ ڈاؤن ایک ایکسپریس پر صرف اس لیے حملہ ہوا تھا کہ اس میں دنیا کے نامور سراغرساں سفر کرنے والے تھے۔"

"اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اخبار والوں کی نہ دوستی اچھی اور نہ دشمنی۔"

"یہ تو آپ کے لانگ فیلو کا جملہ ہے، وہی کہا کرتا ہے کہ پولیس والوں کی نہ تو دوستی اچھی اور نہ دشمنی۔"

"ہاں، اسی کے جواب میں میں یہ کہا کرتا ہوں، مگر لانگ فیلو تم سے زیادہ ذہین ہے۔یہ موٹ انتہائی خفیہ طریقے سے ہونے والا تھا، مگر کمبخت نے کسی نہ کسی طرح پتہ چلا ہی لیا۔"

"جی ہاں، ساری دنیا عقلمند ہے صرف ہم گدھے ہیں۔"

"دریں چہ شک۔"

"لعنت ہے مجھ پر۔"

"سو بار۔"

"تو گویا آپ سمجھوتے کے موڈ میں نہیں ہیں؟"

"بالکل نہیں، بشرطیکہ تم پانچ بجے تک سوتے رہو، جب تک کہ روف نہ آجائے۔"

"اوکے، باس، روف آئے تو مجھے جگا دینا۔"

"الارم رکھ کر سو جاؤ، ممکن ہے میں اس وقت موجود نہ ہوں۔"

"لعنت ہو مجھے پر۔" بالے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

وہی بڑے

"اللہ کسم، بھیا لمبو، ایسی لجت آرہی ہے کہ بس کچھ نہ پوچھا۔" شوکت نے ایک پورا دہی بڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"واقعی، مس سلطانہ، آپ نے تو کمال کر دیا۔ اب اگر بھائی لانگ فیلو کو نوکری سے نکال بھی دیا جائے تو اسے روزی کی فکر نہ ہوگی، وہی بڑے بیچ کر اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال لیا کرے گا۔"

ابراہیم بھی مزے میں آگیا۔ موقع ہی کچھ ایسا تھا۔ خان اور بالے کے دوست جرنلسٹ اور چیف رپورٹر کرائم گزٹ مسٹر لانگ فیلو نے ان کی دہی بڑوں کی دعوت اپنی ایک گرل فرینڈ مس سلطانہ کے یہاں کی تھی۔ مس سلطانہ کا بھیل پوری اور دہی بڑے بنانے میں جواب نہ تھا۔

"آپ تو خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، اتنے تو کچھ اچھے نہیں ہیں، کسی روز آپ کو ماش کی دال کے کھلاؤں گی، اصل دہی بڑے تو وہی ہوتے ہیں۔" سلطانہ اپنی تعریف سے محجوب ہوتے ہوئے بولی۔

"بھئی، جب نقلی اتنے اچھے ہیں تو اصلی ... اے اوشوکت کے بچے، اب بس بھی کرے گا یا... دیکھو مسٹر لانگ فیلو، دوبارہ دعوت کرو تو اسے نہ بلانا۔ بڑا پیٹو ہوتا جارہا ہے۔" رؤف جو اتنی دیر سے خاموش بیٹھا تھا، پہلی بار بولا۔

"لو جی، سوپ بولا تو بولا، چھلنی بھی بولی جس میں ہزاروں چھید۔ جلا مر رہا ہے، جیسے اس کے باپ کا کھا رہا ہوں۔" شوکت نے کہا اور اپنی پلیٹ کا دہی بڑا زبان سے چاٹنے لگا۔

Akram Allahabadi

"کچھ بھی ہو، مگر یہ اپنی نیچی سطح کی کانفرنس ان کی اونچی سطح کی کانفرنس سے کہیں زیادہ مزے دار رہی۔" لانگ فیلو نے اپنی پلیٹ سلطانہ کی طرف بڑھائی اور اپنے ہونٹوں کو کچھ اس طرح جنبش دی کہ سلطانہ شرما کر رہ گئی۔

"اور کیا، وہاں تو سب کے سامنے پنسل، کاغذ اور ایک ایک گلاس پانی رکھا ہوگا اور جناب سپرنٹنڈنٹ حضور خان صاحب فرما رہے ہوں گے۔

"دیکھیے جناب، ہیڈ کوارٹر کہیں بھی رکھا جائے، مگر اختیارات سب کے مساوی ہونے چاہئیں اور یہی نہیں کہ صرف اپنے ملک میں بلکہ دولتِ متحدہ کے تمام ممالک میں جو اس منصوبے میں حصہ لے رہے ہیں۔" لانگ فیلو عرف لمبو نے منہ میں چمچ کو سگار کی طرح اٹکا کر سپرنٹنڈنٹ خان کی نقل اتاری۔

"اور وہ آپ کے سارجنٹ بالے صاحب۔" سلطانہ نے دہی بڑے کی پلیٹ لانگ فیلو کو تھماتے ہوئے پوچھا۔

"ارے اس کی نہ پوچھو، کیا پتہ وہی ویٹر بن کر سب کو پانی پلا رہا ہو۔"

"مگر جہاں تک میرا خیال ہے خان صاحب کو ورلڈ ڈیڈ کیٹو موت کا دعوت نامہ تو نہ ملا ہوگا۔" رؤف نے اظہارِ خیال کیا۔

لانگ فیلو یہ سن کر اکڑ گیا اور کہا۔ "ہاں چھپائی تو بہت گئی تھی یہ بات، لیکن یار خان بھی اڑتی چڑیا کے پر پہنچانتے ہیں۔ میں شرط لگا سکتا ہوں کہ وہ اس وقت ضرور دنیا کے اعلیٰ ترین جاسوسوں کی اعلیٰ سطح کی کانفرنس میں کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور شرکت کر رہے ہوں گے۔"

"کہیں تم ٹھیک ہی تو نہیں کہہ رہے ہو، پر اپن کیوں اپنی جان جلائیں، تیل لینے گئی کانفرنس، اپن کے تو مزے ہیں۔ خدا کا شکریہ کرو، آج کل جیب اپنے انڈر میں ہے، جہاں بولو، لے چلوں، ورنہ پھر کہاں یہ مزے، عیش ویش کر لو۔" شوکت نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے

Akram Allahabadi

ہوئے حمید کی پلیٹ کی طرف نظریں جمادیں جس میں ہنوز دو عدد وہی بڑے پڑے اینڈ رہے تھے۔

"وہ تو ٹھیک ہے، پر اپنا تو معاملہ ہی بے ڈھب ہے۔خان صاحب نے بولا ہے کہ کام ہویا نہ ہو، ادھر سے ایک دم ہٹا نہیں، کسی وقت بھی کال آ سکتی ہے۔کیوں ابراہیم؟" رؤف نے تصدیق چاہی۔

"ہاں، مسٹر رؤف، اپنے کو بھی اپنے باس کا یہی آرڈر ہے۔"

"ارے آرڈر کی ایسی تیسی، کہہ دینا کال ہی نہ ملی، یا تارو الا ہی نہ آیا۔" شوکت نے ترکیب بتائی۔

"تم اپنی عقل کو تہہ کر کے پھر کسی وقت کے لیے رکھ چھوڑو شوکت بھائی، شادی کے بعد کام آئے گی۔" ابھی لانگ فیلو کا جملہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، سلطانہ نے بڑھ کر فون ریسیو کیا اور پھر رؤف کی طرف دیکھ کر کہا۔"بھائی جان، آپ کا فون۔" رؤف اپنی انگلیاں چاٹتا ہوا اٹھا اور برا سا منہ بنا کر فون میں دھاڑا۔

"ہالو، وہی بڑا اسپیکنگ۔"

"بکواس بند کرو اور غور سے سنو۔" کوئی انجانی سی آواز آئی۔

"میں بالکل غور سے سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"خان صاحب کا مسیج (پیغام) ہے تم فوراً بارروولی پہنچو، وہاں لائن مین اسودیو کے متعلق مکمل حالات معلوم کرو، نیز بارروولی کے بھوت کے متعلق بھی تمام افواہیں نوٹ کر کے تین دن کے اندر اندر اشوکا ہوٹل احمد آباد پہنچ جاؤ، چاہو تو شوکت کو بھی ساتھ لے جاؤ۔" جملہ ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رؤف کا منہ لٹک گیا۔

"کس کا فون تھا؟" ابراہیم نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

"خان صاحب کا پیغام تھا، احمد آباد بلایا ہے۔"

"کیا مجھے بھی؟"

"نہیں، شوکت کو۔"

"بکتا ہے، سالا، ہمیں بناتا ہے۔" شوکت بولا۔

"نہیں، سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا تو خان صاحب پہنچ گئے احمد آباد؟" لانگ فیلو نے کہا۔

"ہاں، مگر پیغام عجیب تھا۔" رؤف کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"کیا تھا؟ کچھ منہ سے بولو بھی سہی۔" ابراہیم چڑ گیا۔

"احمد آباد جانے سے پہلے ہمیں باردولی پر اترنا ہے، وہاں کسی لائن مین واسودیو کے متعلق معلومات فراہم کرنی ہیں اور باردولی کے بھوت کا شجرہ نسب معلوم کرنا ہے۔"

"ارے باپ رے، باردولی کا بھوت۔" لانگ فیلو بولا۔

"کیوں کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟" رؤف نے پوچھا۔

"زیادہ تو نہیں، شاید گزشتہ ہفتے میں نے ایک چھوٹی سی خبر پڑھی تھی، باردولی کے قریب گجرات ایکسپریس میں سفر کرنے والوں نے ایک بھوت دیکھا تھا جو سگنل پر چڑھا ہوا تھا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کا منہ گھوڑے کا تھا، بقیہ جسم انسانوں جیسا تھا۔"

"میرے خدا، رؤف بھائی، تم ابراہیم کو لے جاؤ، اپنے کو بھوت سے بہت ڈر لگتا ہے۔" شوکت نے مصنوعی ڈر کا اظہار کیا۔

"ارے یہ دیکھو، خان صاحب کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔" سلطانہ نے شام کا اخبار لا کر لانگ فیلو کو دیا، جس میں لائن مین کی موت اور گجرات ایکسپریس کے حادثے کی خبر چھپی ہوئی تھی۔ سب کے سب اخبار پر جھپٹ پڑے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ورلڈ موٹ

''ورلڈ موٹ میں کون کون موجود ہے اس وقت؟''

''جی ہاں، وہ بھی موجود ہے۔''

''شاباش، تم بہت سمجھدار معلوم ہوتے ہو، اس سے بہتر موقع ان کو ختم کرنے کا نہیں مل سکتا۔''

''ہم تو پہلے ہی ختم کر چکے ہوتے، مگر قسمت نے ان کا ساتھ دیا۔ وہ دوبارہ اپنے کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہی نہیں۔''

''مجھے معلوم ہے، مگر اب کیا میزائل تیار ہے؟''

''جی جناب، مگر کانفرنس اس دنیا پر نہیں ہو رہی ہے۔''

''تو پھر تمہارا... مطلب کیا ہے تمہارا؟''

''باس، ایک عارضی کرہ (سیٹلائٹ) پر جو اسی کمبخت خان کی ایجاد ہے۔''

''کوشش کرو کہ وہ کرہ پھر زمینی کشش کے حلقے میں آجائے تا کہ اسے تباہ ہونے میں ایک سیکنڈ کی دیر نہ لگے، جاؤ۔''

''یہ نا ممکن ہے، لیکن فکر نہ کیجیے، وہ ۳۶ گھنٹے سے زیادہ خلاء میں نہ رہ سکیں گے۔''

''تو پھر مجھے سیاہ روشنی کے ذریعے خبر دو کہ یہ اپنے عارضی کرہ کو کہاں اتارتے ہیں۔''

''کوشش ضرور کی جائے گی، مگر کامیابی کی گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔''

''سن لیا آپ حضرات نے۔'' سراغرساں خان نے حاضرین سے مخاطب ہو کر انگریزی میں کہا، جو بحیثیت اسپیشل مہمان کے دنیا کے بہترین سراغرساں کی اعلیٰ سطح کی کانفرنس میں شریک تھے۔

Akram Allahabadi

''تھینک یو مسٹر خان۔'' کانفرنس کے صدر مسٹر روزاردیو نے کانوں پر سے آٹو مک ہیڈفون اتارتے ہوئے کہا۔

''یہاں دیکھیے۔'' خان صاحب نے حاضرین کی توجہ ایک چھوٹے سے ریڈار کی طرف مبذول کرائی، جس میں ایک سیاہ سا نقطہ تیزی سے ایک روشن دائرے کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔

''مسٹر خان، دشمن کافی طاقتور اور ہوشیار ہے۔'' مسٹر روزاریو بولے۔

''اور باخبر بھی۔'' پاکستان کے نمائندے نے کہا۔

''مگر فکر کی بات نہیں، ہم ان کے ضرب کے حلقے سے باہر ہیں۔'' خان صاحب نے کہا اور مسکرانے لگے۔ حاضرین ریڈار پر جھکے ہوئے تھے، جس میں وہ سیاہ نقطہ اب روشن دائرے کی بجائے اپنے ہی گرد چکر کاٹ رہا تھا اور روشن دائرے سے دور ہوتا چلا جا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد گجرات کے ایک غیر آباد علاقے میں ایک بہت بڑا سا گولہ جسے اگر لوگ دیکھ لیتے تو فرضی پرندے رُخ کا انڈا سمجھتے، آہستہ آہستہ گردش کرتا ہوا زمین پر ٹک گیا اور چند ثانیہ کے بعد اس میں سے ایک حصہ ٹوٹ کر زمین پر آلگا، جس میں سیڑھیاں سی بنی ہوئی تھیں۔

اس گولے کے دوسری طرف سے ایک اور حصہ شق ہوا اور اس میں سے دو چھوٹی چھوٹی دو سیٹر موٹریں برآمد ہوئیں۔

سیڑھیوں سے چند آدمی اترے اور ان موٹروں میں بیٹھ کر احمد آباد جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اس انڈے نما گول سے کمرے میں جس طرح دروازے پھوٹے تھے، اسی طرح وہ شگافوں میں غائب ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ انڈا پھر فضا میں بلند ہونے لگا اور تھوڑی دیر بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بالے، رؤف اور شوکت اشوکا میں گزشتہ ۸ (آٹھ) دن سے پڑے پڑے بور ہو رہے تھے۔ خان صاحب کا کوئی پتہ نہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی پیغام پہنچا تھا۔ لانگ فیلو اور ابراہیم کے کئی تار آ چکے تھے۔ وہاں بھی خان صاحب کے سلسلے میں کوئی اطلاع نہ ملی تھی۔

رؤف نے اپنی رپورٹ مکمل کر لی تھی، مگر ابھی تک بالے کو نہ بتایا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ بار دولی کا بھوت خان صاحب کو لے اڑا۔" شوکت نے اپنے قوی بازوؤں کے مسل تھماتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھے مل جائے تو سالے کی ہڈی پسلی ایک کر دوں۔"

"رؤف یار، مجھے بھی بتاؤ معاملہ کیا ہے؟ تم نے کیا حالات معلوم کیے؟ شاید میں کچھ اندازہ لگا سکوں۔" بالے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"دیکھ بھائی بالے، مجھے اپنی رپورٹ چھپانے میں کوئی خاص لطف نہیں آتا، مگر خان صاحب سے ڈر لگتا ہے۔"

"فکر نہ کرو، تم بتا دو، خان صاحب سے میں نبٹ لوں گا۔" بالے بولا۔

"بار دولی کے بھوت کے بارے میں کچھ زیادہ پتہ نہیں چلا، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ جہاں لائن مین واسودیو کی کوٹھری تھی، وہاں اور اس کے قرب و جوار میں لوگوں نے محیر العقل واقعات دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے رات کے وقت گجرات ایکسپریس میں سفر کر رہے تھے ایک آدمی کو جس کا سر گھوڑے کا تھا ایک سگنل پر چڑھے ہوئے دیکھا۔ لائن مین کی کوٹھری کی پشت پر آموں کے باغ سے تھوڑی دور پر ڈھاک کے جنگلوں کا سلسلہ ہے، اس کے وسط میں ایک ٹوٹا پھوٹا بڑا سا مندر بھی ہے، بعض شکاریوں نے یہاں بھی رات کے وقت روشنی ہوتی دیکھی ہے۔"

"واسودیو کی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس کی موت خوف کے

صدمے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ وہ گزشتہ ۹ سال سے اسی جگہ رہتا تھا۔ اس کی بیوی کے علاوہ اور کوئی اس کے ساتھ نہ رہتا تھا۔ نارائن کی حالت اب اچھی ہے۔ حکومت کے کیمیکل اینالائزر (کیمیاوی تجزیہ کرنے والا) نے خان صاحب کی فرمائش پر تباہ شدہ کمپارٹمنٹ کے بارے میں جو رپورٹ تیار کی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اس میں تابکاری اثرات موجود ہیں، یعنی کہ جس بم سے اسے اڑایا گیا تھا، وہ کوئی معمولی بم نہ تھا، بلکہ ایٹمی بم تھا۔"

"بس بس، یار، بور ہو گئے تمہاری رپورٹ سے۔" شوکت بولا۔ وہ پلنگ پر اوندھا لیٹا ہوا فنگر بسکٹ چبا رہا تھا، پھر بالے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"بھائی بالے، مجھے تو محاورہ ہو رہا ہے۔"

"یعنی، سلیس اردو میں سمجھاؤ۔"

"وہ جو محاورہ ہے نا، ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ تو اس وقت ہماری زندگی اس کی تشریح بنی ہوئی ہے۔"

"بالے نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا۔ اس نے اپنا آدھا دھڑ پلنگ سے نیچے لٹکا کر ایک نہایت زوردار قسم کی انگڑائی لی اور اژدہے جیسی پھنکار ماری اور آنکھیں بند کرلیں۔

"خدایا خیر۔" شوکت ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ سے بسکٹوں کا ڈبہ بھی الٹ گیا۔

"ارے بالے بھائی، سنو تو۔" وہ بولا، مگر آگے کچھ نہ کہہ سکا، کیونکہ ایک فنگر بسکٹ اس کے حلق میں آڑا آڑا اٹک گیا تھا۔

"فوش... ش... شاں..." رؤف جو ایک فلمی اخبار میں فلم اسٹار شکیلہ کی تصویر دیکھ رہا تھا، ان دونوں کی حالت دیکھ کر ایک بے معنی سی آواز نکالی اور اپنی آرام کرسی پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ شوکت اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کر کے بالے کو بلا رہا تھا اور بالے نے اپنی ایک اور انگڑائی کو درمیان میں سے توڑ کر ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھوں کو پتھرا لیا تھا۔ رؤف ابھی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ

Akram Allahabadi

ایسی صورتِ حال میں اسے کونسا اقدام کرنا چاہیے کہ ہوٹل کے اینگلو انڈین ملازمہ گھنٹی بجا کر اندر داخل ہوئی اور جیسے ہی اس کی نظر ان لوگوں کی اس ہیئت کذائی پر پڑی، وہ گھبرا گئی۔

بالے نے اپنی ایک آنکھ آدھی کھولی اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''خوبصورت لڑکی، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم لوگ صرف جسم کی ورزش کر رہے ہیں، اسے ٹمبکٹو آسن کہتے ہیں۔ یوگا عرف بوگا جانتی ہو؟''

''جی، یوگا، ہاں ہاں۔ میں یہ کہنے آئی تھی کہ آپ لوگوں میں سے شوکت صاحب کون ہیں، ایک لیڈی ان سے ملنا چاہتی ہیں۔''

''قائیں...غم...ئغ...تت...''شوکت نے اپنا نام سن کر بے تحاشا اپنا تعارف کرانا چاہا، مگر حلق میں لسکٹ ٹھنسے ہوئے تھے، اس لیے بس یوں ہی بے معنی سی آوازوں کے علاوہ وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

''عمر کیا ہے، لیڈی کی؟'' بالے نے رعبدار آواز میں پوچھا۔

''شی از کوائٹ ینگ۔''(وہ نو جوان ہے)۔

''تو پھر اس خاکسار کا نام شوکت ہے۔''

''آپ ان سے نیچے ملاقات کریں گے یا یہیں بھیج دوں؟''

''نہیں، میں نیچے آرہا ہوں۔''

''قائیں غم رقب غل شپا۔''شوکت بے تحاشا چلانے لگا اور جب اس سے کچھ نہ ہوسکا تو اپنا گلا پکڑے دروازے کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور راستہ روک لیا۔

''شوکت بھائی، مجھے جانے دو، ورنہ تم کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاؤ گے۔'' بالے نے سنجیدہ بن کر کہا۔

شوکت جو لسکٹ حلق سے نیچے اتارنے میں کامیاب ہو چکا تھا بولا۔''اچھا، مگر دیکھو اگر لیڈی خوبصورت ہو تو یہاں لے آنا۔''

Akram Allahabadi

"بالکل بالکل، میں تو اس سے جا کر کہوں گا کہ میں شوکت سیٹھ کا سکریٹری ہوں، صاحب نے آپ کو اوپر بلایا ہے۔"

یہ سن کر شوکت کا منہ خوشی سے پھیلنے لگا اور باچھیں کانوں سے جا لگیں۔

"اچھا۔" اس نے کہا اور منہ سے بہت سارے بسکٹ نکل پڑے۔

"اب تم ذرا منہ دھو دھا کر ٹھیک ٹھاک ہو کر بیٹھ جاؤ۔" بالے نے اسے دروازے کے درمیان سے ہٹایا۔

شوکت جو لڑکی کے تصور سے ریشہ خطمی ہوئے جا رہا تھا، راستے سے چپ چاپ سرک گیا اور سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔

بالے سیڑھیوں سے اتر کر وزنگ روم میں پہنچا تو عقل چرخ ہو گئی۔ ایک نہایت خوبصورت حسینہ کرسی سے بندھی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے منہ میں رومال ٹھنسے ہوئے تھے۔ بالے نے فوراً بڑھ کر اسے بندشوں سے آزاد کیا۔ منہ کھلتے ہی لڑکی کی زبان میرٹھ کی قینچی کی طرح چلنے لگی اور وہ ایک عجیب سی زبان میں نہ جانے کیا کیا بکنے لگی۔ مگر انداز سے اتنا ضرور معلوم ہوتا تھا کہ وہ سخت ناراض ہے۔

"لیڈی صاحب، سائلنٹ، خاموش ہو جایے ورنہ مجھے بھی محاورہ ہونے لگے گا۔"

بالے نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "میں صرف اردو، انگریزی اور فرانسیسی جانتا ہوں۔ فارسی بھی جانتا ہوں، مگر تیل نہیں بیچتا، اس لیے آپ کی گوانیز زبان کا ایک لفظ بھی سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

لڑکی بالے کی اس حرکت سے سراسیمہ ہو گئی۔ ایک منٹ کیلیے وہ خاموش ہو گئی، پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہنے لگی۔

"کیا آپ شوکت ہیں؟"

"فرض کیجیے کہ ہوں، یا نہیں بھی ہوں، مگر آپ کی آمد کا مقصد؟"

"ارے شوکت، تم مصیبت میں پھنسنے کو مانگتا۔ ایک دم گجب کا بات۔"

"بات کیا ہے؟ مگر ٹھہرو، تم میرے کمرے میں چلو۔"

"نہیں، جناب، اب مجھے دوبارہ اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالنی ہے، لالچ بری بلا ہے۔"

"لیجیے، آپ کو بھی محاورہ ہونے لگا۔ خیر آپ ہیں کون، ذرا اپنا جغرافیہ اور تاریخ جلدی سے بیان کر ڈالیے؟"

"میں کوئی بھی ہوں، آپ کو اس سے غرض؟ ویسے میں یہاں ایک ٹیلرنگ فرم میں کٹر ہوں۔ میرا نام زیتا ہے۔ آج صبح ایک صاحب اپنے سوٹ کا ٹرائل لینے آئے تھے، انھوں نے ایک خوبصورت سی رسٹ واچ بتاتے ہوئے کہا کہ اگر میں یہ لیٹر اس ہوٹل میں کسی کو پہنچا دوں تو یہ گھڑی میری ہو جائے گی۔"

"کسی کو پہنچا دوں، یعنی؟" بالے نے پوچھا۔

"جی ہاں، انھوں نے کئی نام لیے تھے، مگر مجھے صرف شوکت یاد رہا۔"

"اوہ، میں سمجھا۔"

"مگر جب یہاں پہنچی تو آپ کے انتظار میں یہاں بیٹھنا پڑا۔ یکا یک کسی نے میری مشکیں کس لیں اور مجھے کرسی سے جکڑ دیا۔"

"اور وہ لیٹر؟" بالے نے بیتابی سے سوال کیا۔

"جی ہاں، وہ لوگ شاید اسی کی تاک میں تھے، کیونکہ میرے پرس کی ہر چیز چھوڑ گئے، صرف وہی لیٹر لے کر چلے گئے۔"

"کتنے تھے وہ لوگ؟"

"تین، ان میں سے ایک عورت بھی تھی۔"

"سلاما لے کم، میرا اسم مبارک شوکت ہے، دوشیزہ صاحبہ۔ اوہ، آئی ای ساری، مائی نیم از شوکت۔" یکا یک شوکت نے کمرے میں داخل ہو کر پہلے اردو اور پھر انگریزی میں اپنا

Akram Allahabadi

تعارف کرایا۔

"غلط بولتا ہے شوکت میرا نام ہے۔"

دوشیزہ نے دونوں کو دیکھا اور کرسی پر بیہوش ہو کر گر پڑی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

انجان سفر

سپرنٹنڈنٹ خان نے بٹن دبایا اور فلائنگ ساسر کی رفتار کم ہونے لگی۔

بالے چونکا اور حیرت سے خان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔خان صاحب اس کی سوالیہ نظروں کو بھانپ گئے اور کہا۔

"یہ سب تم لوگوں کے گدھے پن کی وجہ سے ہوا، اگر تم فوراً ہی اس لڑکی کے پاس پہنچ کر اس سے لفافہ لے لیتے تو الف..." خان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے اور ایک انگریز آفیسر مسٹر روڈرک کی طرف دیکھنے لگے، جو اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تعلق رکھتے تھے۔

"نائٹ لینڈ سے ۷۷ ڈگری پر۔" مسٹر روڈرک نے کہا۔

"او کے۔" خان صاحب نے کہا اور پھر کوئی کل دبائی، ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اڑن طشتری چکر کھاتی ہوئی زمین پر آ رہی۔

"کوئی باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ ایک تو دلدلی علاقہ ہے، دوسرے ہوسکتا ہے کہ تابکاری اثرات بھی ہوں۔" خان صاحب نے بالے اور دیگر لوگوں کی طرف دیکھ کر حکم دیا، پھر اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے بولے۔

"مسٹر روڈرک، ابھی تین گھنٹے باقی ہیں، کچھ دیر آرام ہی کر لیا جائے۔"

"ضرور، گو آپ کا لیٹر دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے، مگر وہ ہمارا تعاقب نہ کر سکے ہوں گے، ہم بے فکری سے آرام کر سکتے ہیں۔"

"مگر جناب، کیا پتہ وہ کہیں ہمارا پیچھا کرتے رہے ہوں، ہم میں سے کسی نہ کسی کو ضرور پہرہ دینا چاہیے، کیوں میاں خان؟" شوکت بولا۔

"تو پھر یہ خدمت آپ ہی انجام دیجیے۔" خان صاحب بولے اور اپنی سیٹ پر

Akram Allahabadi

پاؤں پھیلا لیے۔

شوکت نے اپنی ریز رگن نکالی اور دیوا سکرین کی کرسی میں جا کر پھنس گیا، جہاں سے باہر کی چیزیں صاف نظر آتی تھیں، مگر ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ نیند کے جھونکے آنے لگے۔شوکت نے چاروں طرف دیکھا اور سب کو سوتے دیکھ کر اپنا سر بھی کرسی سے ٹکالیا اور ریز رگن سینے پر رکھ لی۔تھوڑی دیر میں وہ بھی بے خبر سو رہا تھا۔

عین اسی وقت ایک روبوٹ (مشینی انسان) نپے تلے قدم رکھتا ہوا سپرنٹنڈنٹ خان کی اڑن طشتری کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس نے کوئی چیز اڑن طشتری سے لگائی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور ایک نظر اس کے مسافروں پر ڈالی پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا شوکت کے پاس پہنچا اور اسے دبوچ لیا۔

''اولو ہے کی اولاد، یہ کیا گستاخی ہے، ناشتہ بھی نہیں کرنے دیا اور بغل میں دبوچ لیا۔''شوکت نے مشینی انسان روبوٹ سے شکوہ کیا جو ایک بچّے کی طرح اسے بغل میں دبوچے ہوئے تھا اور دیگر مسافروں پر ریز رگن لہرا رہا تھا۔سراغرساں خان، مسٹر روڈرک، رؤف، بالے اور ایک اور دبلا پتلا، لمبا تڑنگا، پراسرار آدمی جس کے متعلق کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کون ہے، اپنی اپنی کرسیوں پر دراز تھے۔شوکت کی آواز نے انھیں بیدار کر دیا تھا، مگر وہ بے بس تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان کے اندازے کیونکر غلط ثابت ہوئے۔دشمن واقعی ان کا تعاقب کرتا رہا تھا اور اس کے چیلے نے موقع ملتے ہی ان سب کو گرفتار کر لیا تھا۔یقیناً دشمن بھی اعلیٰ سائنسی دماغ کا مالک تھا۔

''بھائی زبان دراز، معلوم ہوتا ہے کہ یہ روبوٹ صنفِ نازک سے تعلق رکھتا ہے، یعنی کہ روبوٹ خان کے بجائے روبوٹ جان ہے،اسی لیے اس نے فی الحال تمہارے اغوا کا پروگرام بنایا ہے، کیونکہ تم ہی ہم سب میں خوبصورت اور تنومند ہو۔''بالے نے کہا اور پھر روبوٹ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

Akram Allahabadi

"سنیے، مسٹر روبوٹ، آپ اسے، میرا مطلب ہے بغل میں بچے کو نہیں، بلکہ شہر میں ڈھنڈورے کو، جی نہیں، بلکہ میرے حسین وجمیل وفربہ اندام دوست، یعنی فرینڈ کو جس کا نام شوکت ہے بخوشی اغوا کر سکتے ہیں۔ہم میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ اس پیٹو راشن تباہ کرنے والے انسان سے چھٹکارہ پانے پر بارروولی کے جنگل میں پرانے مندر پر کالے بکرے کی بھینٹ چڑھائیں گے اور ہمارے خان صاحب دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کریں گے، بشرطیکہ آپ جاءِ نماز مہیا کردیں۔"

بالے کا فقرہ پورا ہوتے ہی شوکت روبوٹ کے چنگل میں بری طرح کلبلانے لگا اور عورتوں کی طرح ہاتھ مٹکا مٹکا کر کوسنے لگا۔

"دشمنوں کی آئی تجھ کو آئے تو ہی مس روبوٹ سے نکاح کرے، ظالموں نے مجھے کس مصیبت میں لا کر پھنسایا ہے اور سپرنٹنڈنٹ خان صاحب مجھے بچایئے، میری ہنسلی پسلیاں ایک کیے دے رہا ہے۔ابے مجھے نیچے تو اتار میں بھاگوں کا نہیں۔"

"ہوں...غا...پش..." روبوٹ نے مہیب آواز نکالی اور چلنے کا اشارہ کیا۔اس نے شوکت کو نیچے پٹک دیا اور فلائنگ ساسر کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔شوکت نے زمین پر پیٹھ لگتے ہی اپنا پستول نکال کر روبوٹ پر فائر کرنا چاہا کہ خان صاحب چیخے۔

"خبردار، شوکت، گولی نہ چلانا، اس کے ہاتھ میں تمہاری ریز گن ہے۔منٹ بھر میں ہم سب کو ختم کردے گا، بہتر ہے چپ چاپ چلے چلو۔"

مسٹر روڈرک نے بھی اظہارِ رضامندی کیلیے سر ہلا دیا۔

روبوٹ ریز گن ہلا ہلا کر سب کو باہر نکلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔آخر سب ایک ایک کر کے اڑن طشتری سے باہر آگئے۔

"ہوں...غا...پش..." روبوٹ نے پھر اپنی مہیب آواز میں سب کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔شوکت سب سے آگے آگے چلنے لگا۔

"کیا خیال ہے مس روبوٹ کو عشقیہ شعر سناؤں، شاید اس شوخ کا دل پسیج جائے۔"
بالے نے رؤف نے پوچھا۔

"بھئی، اس کا دل بھی فولادی ہوگا۔" رؤف بولا، خان صاحب بھی مسکرا دیے۔

"ارے میاں خاں، ہم سناتے ہیں تم کون ہوتے ہو سنانے والے۔ ہم کو اغوا کر کے لے جایا جا رہا ہے، کیوں بھائی بالے، سچ کہنا قسم ہے تم کو۔" شوکت بولا۔

"ہاں بیٹا، یہ سب تمہارے ہی حسن کا کرشمہ ہے، شروع ہو جاؤ۔" بالے بولا اور شوکت نے اپنی بے ہنگم آواز میں چیخنا شروع کر دیا۔

"آ...آ...آ...عشق اپنے مجرموں کو سوئے مقتل لے چلا...آ...آ..."

"واہ بیٹے، جیتے رہو، آواز میں کیا مرکیاں پائی ہیں، واللہ مزہ آ گیا، ہاں پھر سے ایک بار۔"

؎ عشق اپنے مجرموں کو سوئے مقتل لے چلا

"ہوں...غا...پش..." روبوٹ پیچھے سے دھاڑا۔

"چپ ہو جاؤ شوکت، نالہ کرتے ہو تو وہ شوخ خفا ہوتا ہے۔" بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

زمین دلدلی تھی، کافی نرم اور گیلی۔ اور دھوپ کی تپش سے اب اس میں سے بخارات اٹھنے شروع ہو گئے تھے۔ یہ لوگ ایک لائن میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ دور کچھ پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں اور افق کے پاس سمندری پرندے بھی اڑتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پہلے یہ علاقہ کھاڑی رہا ہو اور اب خشک ہو گیا ہو۔ شوکت پیدل چلتے چلتے ہانپنے لگا تھا۔ جب بھی وہ غلط رُخ اختیار کرتا تو روبوٹ طرح طرح کی مہیب آوازیں نکال کر اسے صحیح راستے پر ڈال دیتا۔ یکایک خان صاحب نے اپنے قدم تیز کیے اور مسٹر روڈرک اس پراسرار آدمی اور بالے سے کچھ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اب لائن کی ترتیب یہ ہو گئی کہ سب سے آگے خان صاحب تھے، ان کے پیچھے شوکت پھر پراسرار شخص، اس کے بعد

Akram Allahabadi

رؤف پھر بالے اور سب سے آخر میں مسٹر روڈرک۔ اب یہ لوگ ایک نشیبی علاقے سے گزر رہے تھے، کیونکہ اب ان کے پیر زمین میں دھنسنے لگے تھے کہ یکا یک خان صاحب نے ہلکے سے سیٹی بجائی۔ سیٹی کی آواز سنتے ہی اس پراسرار شخص نے لائن سے نکل کر الٹی قلابازی لگائی اور روبوٹ پر جا گرا۔

روبوٹ کے لڑکھڑاتے ہی بالے بھی اچھلا اور روبوٹ کی ریز رگن کا منہ زمین کی طرف کردیا۔ روبوٹ نے ٹرائیگر دبایا۔ ریز رگن سے گہری چمکدار نیلی شعاعیں نکلیں اور اس جگہ کی زمین جھلس کر تڑخ گئی۔ اتنے حصے کا رنگ سیاہ پڑ گیا۔ ساری شعاعیں زمین میں جذب ہوگئی تھیں۔ خان صاحب بھی غافل نہ تھے، انھوں نے نہایت پھرتی سے ان تاروں کو کھینچ لیا جو روبوٹ کی گردن کے پاس لگے ہوئے تھے۔ تاروں کے علیحدہ ہوتے ہی روبوٹ بے حس و حرکت ہوکر زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ خان صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور بالے نے روبوٹ کے ہاتھ سے ریز رگن لے لی۔

شوکت آگے بڑھا اور نہایت احترام سے سینے پر ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

"آؤ بھائیو، بچاری کی نماز جنازہ ادا کرکے چھٹی کریں۔"

"مارو سالی کو گولی۔" بالے نے ایک ٹھوکر ماری اور اپنا پیر پکڑ کر سہلانے لگا۔ سب ہنس پڑے۔

"خان صاحب، آپ نے ایک اچھا موقع ہاتھ سے کھو دیا ورنہ روبوٹ ہمیں ضرور دشمنوں کی کمین گاہ تک لے جاتا۔" پراسرار آدمی بولا۔

"ٹھیک ہے کہ اب اس کے تار نہیں جوڑے جاسکتے، لیکن میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ ہم وہاں پہنچ کر بے بس ہوجاتے۔ ان کی کمین گاہ کا پتہ تو ہم یوں بھی چلا لیں گے۔" خان صاحب نے جواب دیا۔ اور بالے نے شوکت و رؤف کو اشارہ کیا کہ وہ روبوٹ کو سمندری گھاس کی جھاڑیوں میں چھپا دیں۔ اس کام سے فارغ ہوکر پارٹی پھر آگے

Akram Allahabadi

بڑھی۔انھیں راستہ تلاش کرنے میں قطعی دقت پیش نہیں آئی، کیونکہ نرم زمین پر روبوٹ کے قدموں کے نشانات صاف دکھائی دے رہے تھے۔شاید وہ اسی راہ سے آیا بھی تھا۔

شوکت نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور حیرت زدہ ہو کر بالے سے پوچھا۔

''کیا بجا ہے؟''

''میری گھڑی بھی بند ہے۔'' بالے نے کہا۔اس پر دوسرے لوگوں نے بھی اپنی اپنی گھڑیاں دیکھیں،سب کی سب بند تھیں۔

''تابکاری اثرات۔'' خان صاحب نے کہا اور پھر بولے۔''میرا خیال ہے ہم نے اپنی اڑن طشتری کو یوں ہی کھلا چھوڑ کر عقل مندی نہیں کی ہے،بغیر ضروری سامان لیے آگے بڑھنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''

''ہاں،اور ہمارا ناشتہ بھی تو وہیں رہ گیا۔'' شوکت بولا۔

''چلیے،واپس چلیں۔آپ کی بات معقول ہی ہوتی ہے۔'' رؤف بولا۔اور سب واپس مڑ گئے۔اور تھوڑی سی مسافت طے کرنے کے بعد اپنی فلائنگ ساسر پر پہنچ گئے اور ضروری سامان کہ جس میں وہ ملبوسات بھی شامل تھے جو خاص طور پر ایٹمی اثرات سے حفاظت کیلیے تیار کروائے گئے تھے۔پھر اسی راستے پر روانہ ہو گئے،جہاں سے روبوٹ انہیں لے جا رہا تھا۔

سورج سر پر آ گیا تھا اور دھوپ کی تمازت ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔آنے سے پہلے یہ لوگ اپنی اڑن طشتری کو جھاڑیوں سے اس طرح چھپا آئے تھے کہ دور سے وہ بھی قطعہ زمین کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔اس لیے اس کی طرف سے زیادہ فکر نہ تھی،مگر دشواری یہ پیش آ رہی تھی کہ اب پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور زمین پتھریلی ہوتی جا رہی تھی اور یقیناً تھوڑی دور بعد روبوٹ کے قدموں کے نشانات ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔اس خدشے کا اظہار سب سے پہلے بالے نے کیا اور خان صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

Akram Allahabadi

"باس، آگے تو پتھریلی زمین ہے، وہاں تو روبوٹ جان کے نقشِ پا سجدہ کرنے کو بھی نہ ملیں گے۔"

"ہر وقت عقل کے پیچھے لٹھ لے کے نہ دوڑا کرو۔ کیا تمھیں اس پہاڑی علاقے کے بعد وہ دلدلی حصہ نظر نہیں آرہا ہے، وہاں تو یقیناً نشانات ہوں گے۔" خان صاحب نے قدرے تلخی سے کہا اور پراسرار آدمی کو مسکراتا دیکھ کر بالکل خجل ہو کر رہ گیا۔ رؤف اور شوکت ہنسنے لگے۔

تقریباً نصف گھنٹے میں انھوں نے اس پہاڑی علاقے کو عبور کر لیا۔ اس پوری مدت میں روبوٹ کے قدموں کے نشانات تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے اور یہ پارٹی محض قیاس کی بنا پر آگے بڑھتی رہی، مگر جونہی دلدلی زمین نظر آئی، تھوڑی سی جستجو کے بعد انھیں روبوٹ کے قدموں کا سراغ مل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

یک نہ شد دو شد

ابراہیم سخت پریشان تھا۔

پورے گھنٹے بھر سے بیٹھا وہ اپنے ٹرانسمیٹر سے مغز ماری کر رہا تھا، مگر بیکار۔ نہ رؤف کا کوئی پیغام مل سکا نہ بالے کا۔ ادھر خان صاحب کی طرف سے اسے ایک روز پہلے پیغام پہنچا تھا کہ بائٹ لینڈ کے ۷۷ ڈگری جنوب میں ایک غیر آباد جزیرے کے کنارے سے وہ ان کی اڑن طشتری حفاظت سے کسی محفوظ جگہ پہنچا دے، لیکن اس کے بعد سے کوئی خبر نہ ملی تھی۔ لانگ فیلو جو اس کی اطلاع کے مطابق اسی پارٹی کے ساتھ تھا، اس کا پیغام بھی ادھورا رہ گیا تھا۔ اس نے اتنا ہی سنا تھا، سلطانہ کی حفاظت، اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ٹرانسیٹر خراب ہو گیا ہو۔ اس نے کئی دفعہ فریکوئنسیوں پر رابطہ قائم کرنا چاہا، مگر بیکار۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے اس کے جسم پر پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ آخر جب تنگ آ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، یکا یک اس کی نظر اپنی رسٹ واچ پر پڑی جس میں ابھی ۸ ہی بج رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں سارا معاملہ آ گیا۔ یہ جوہری تابکاری کا اثر تھا جو پورے جزیرے پر چھایا ہوا تھا۔

وہ سیدھا دوڑتا ہوا فلائنگ ساسر میں گھس گیا اور اس کا انجن چالو کر دیا۔ خدا کا شکر کہ اس پر تابکاری کی ریڈیائی لہروں نے اثر نہ کیا تھا۔ ابھی فلائنگ ساسر زمین سے زیادہ بلند نہ ہوئی تھی کہ کسی نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ہیلو ڈارلنگ۔"

ایک سرد سی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی، مگر اس نے بغیر مڑے ہوئے بہت زیادہ پر اشتیاق آواز بنا کر جواب دیا۔ "ہیلو۔" اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ "بھولے پیا، اپنی جیبوں سے ہاتھ نکال لو، میرا نام زیتا ہے اور میرے ہاتھ میں ریز گن ہے۔"

"کالی ادا، میں تو صرف نافی نکال رہا تھا کیونکہ یہاں اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں

ہے جس سے تمہاری خاطر تواضع کرسکوں، کیونکہ بغیر کھائے پیے تو عیش کا مزہ ہی نہیں آتا۔تم نے سنا نہیں، چچا غالب کے بھتیجے حضرت بالغ کیا فرما گئے ہیں،

پیٹ بھرتا ہے تو عیش سوا ہوتا ہے۔"

"بکواس بند کرو، اڑن طشتری کا رخ ۹۷ ڈگی شمال جنوب کی طرف رکھو۔ریز رگن کی نال شاید تم اپنی گردن پر محسوس کر چکے ہو گے۔"زنانی آواز آئی۔

"اچھا تو پھر تم ہی یہ تکلیف کرو، ذرا جیب سے ٹافی نکالو اور خود بھی شوق فرماؤ اور اس جانب کو بھی دو، منہ کا مزہ نہایت کسیلا ہو رہا ہے، پلیز۔"ابرا ہیم بولا۔اور فلائنگ ساسر کے رخ کو ٹھیک کرنے لگا۔

زیٹا نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ٹافی کا پیکٹ نکال کر اس میں سے ٹافی نکالی اور اس کے منہ میں ٹھونس دی۔

"تھینکس، مگر میں ۹۷ ڈگری پر ہنی مون منانے کا قائل نہیں۔یہ بڑا منحوس نمبر ہے، کہیں اور لے چلوں؟"

"نہیں، ڈیئر، زیٹا نے ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ہاں اب ذرا اچھے بچوں کی طرح اڑن طشتری کو لینڈ کرو۔"

"جیسی حضور کی مرضی، جو اللہ ان پہاڑیوں کے درمیان تو یہ مرغزار اللہ تعالیٰ نے صرف رومان و محبت کیلیے بنایا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت آدم و حوا بھی پہلی مرتبہ اسی جگہ زمین پر اتارے گئے ہوں گے،م گر جناب، ایک مصیبت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"یہاں قاضی کہاں ملے گا؟"

"کیا تم قاضی الفوما کو بھول گئے؟"

"ارے توبہ کرو، انھیں کہاں بھول سکتا ہوں۔انھوں نے ہی تو میری نانی جان کا نانا

جان سے نکاح پڑھوایا تھا۔" ابراہیم نے بالے کی طرح نقل کرتے ہوئے اوٹ پٹانگ باتیں شروع کردیں، مگر وہ ذہن ہی ذہن میں بچنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"ہوسکتا ہے، لیکن فی الحال تو وہ تمہاری نمازِ جنازہ پڑھانے کے موڈ میں ہیں۔"

"کوئی پرواہ نہیں، مگر آپ کو اتنا ضرور کرنا ہوگا کہ کتبہ لحد پر ہدایت ضرور تحریر کرادینا، ابراہیم کی لاش کا سر اس طرف رکھا گیا تھا، مگر اب اس طرف ہوگیا ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"تاکہ مرنے کے بعد بھی دنیا میرے قدموں میں کھڑی رہے۔"

"بکواس بند کرو، یہ رومال اپنی آنکھوں پر لپیٹ لو، مگر ٹھہرو، پہلے اپنی جیبیں خالی کر دو۔" زیٹا نے ابراہیم کو ایک رومال دیا۔ ابراہیم کے پاس سوائے حکم کی تعمیل کے اور کوئی چارہ نہ تھا، کیونکہ زیٹا کی ریز رگن کی نالی کی ٹھنڈک اسے اب بھی اپنی گردن پر محسوس ہورہی تھی۔

"سیدھے چلتے جاؤ۔" فلائنگ ساسر سے نکل کر زیٹا نے حکم دیا۔

"دیکھیے، سامنے گڈھا وغیرہ آجائے تو اطلاع دے دیجیے گا۔" ابراہیم نے تیز تیز چلنا شروع کردیا۔ کوئی دس منٹ تک وہ یونہی چلتا رہا۔

"اب تم اپنی پٹی کھول سکتے ہو۔" زیٹا نے آواز دی۔

ابراہیم نے آنکھوں سے رومال کھولا تو وہ سمندر کے کنارے کھڑا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہ کوئی غیر آباد سا جزیرہ تھا۔ پشت کی جانب بنجر جھاڑیاں سی تھیں۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پورے جزیرے میں سوائے گھاس کے اور کسی قسم کی نباتات کا نام ونشان نہ تھا۔

"اب کیا کروں؟ یہاں تو ریز ربھی تو نہیں ہے جو شیو کرلوں۔" ابراہیم نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"احمق الذی، میرا خیال ہے اب تمہارا آخری وقت آپہنچا ہے، اس لیے کلمہ پڑھ لو تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ویسے ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔" یہ کہہ کر زیٹا نے اپنی جیب سے

ایک ٹارچ نکالی جس میں سے سیاہ روشنی نکلتی تھی اور اس کا رخ سمندر کی طرف کر کے سگنل دینے لگی۔

ابراہیم نے ٹارچ کو دیکھا اور اس کے سگنل ذہن نشین کرنے لگا۔

"خوب، مگر آپ شاید نہیں جانتے کہ ہر دن کیلیے ہمارے سگنل علیحدہ ہوتے ہیں۔"

زیٹا نے ابراہیم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

"بلبل بے دُم، واقعی تم الو کی طرح عقلمند ہو، مگر وہ قاضی جی کہاں ہیں، میں تو ان کے دیدار کو تڑپ رہا ہوں۔ اگر انھوں نے چند ثانیے اور اپنا شربت دیدار نہ پلایا تو میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گا۔" ابراہیم سچ مچ زمین پر لیٹ کر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔

زیٹا کو بھی ہنسی آ گئی۔ "گھبراؤ مت، وہ یہاں پہنچا ہی چاہتے ہیں۔ وہ دیکھو۔" زیٹا نے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔ ابراہیم نے دیکھا پانی کی سطح پر ایک آبدوز کا یونٹ نکلا ہوا تھا اور کنارے کی طرف آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک آبدوز لانچ سطح سمندر پر آ گئی اور اس میں سے ایک ربڑ کی کشتی نکل کر کنارے کی طرف آنے لگی۔ اس میں دو شخص سوار تھے۔ ان میں سے ایک کے منہ پر گھوڑے کے منہ کا خول چڑھا ہوا تھا، جسے دیکھتے ہی ابراہیم کو بارڈولی کا بھوت یاد آ گیا اور دوسرا شخص نہایت کریہہ المنظر تھا۔ اس کے منہ پر تلوار یا کسی اور چیز کا گہرا نشان تھا جس سے اس کا منہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

"گڈ مارننگ، مسٹر گھوسٹ آف بارڈولی۔" ابراہیم نے دانت پیس کر کہا۔

"خوش آمدید، شہزادے۔ بالآخر میں نے تمہیں پا ہی لیا۔ وہ تمہارے بالے صاحب کہاں ہیں اور وہ خان کا بچہ؟" بارڈولی کے بھوت نے ہر ایک کے نام کے ساتھ گالیاں ملا کر کہنا شروع کیا۔ دوسرا آدمی بالکل خاموش تھا۔ خان صاحب کو گالی سن کر ابراہیم کا خون کھول گیا، مگر نو واردوں کے ہاتھ میں بے آواز چھوٹے چھوٹے پستول چمکتے دیکھ کر وہ خاموش رہا۔

"اوہ شہنشاہ عالم، تم بھی کن نامعقولوں کا ذکر کرتے ہو، میں نے تو ان کو آج سے

ایک ماہ قبل ہی ڈسمس کر دیا تھا۔' ابراہیم نے بالے کی ایکٹنگ شروع کر دی۔

''مگر کس جرم میں؟''

''وہ لوگ کہتے تھے کہ دنیا میں بھوت بغیر دُم کے نہیں ہوتے۔''

''شاباش، اب ذرا مرغا بن جاؤ۔''

''اس مرغی کے سامنے ہم کو شرم آتی ہے۔'' ابراہیم نے زیتا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ہونہہ، ہماری حکم عدولی، جہنم رسید کر دوں گا۔''

''گستاخی معاف، غلطی ہو گئی۔'' ابراہیم بولا اور مرغا بن گیا۔

''شاباش، اٹھ کھڑے ہو، آؤ چلو میرے ساتھ۔''

''ابھی نہیں، پہلے اس بلبل بے دم سے میرا نکاح پڑھا دیجیے۔ اگر عقد نہیں تو متاع ہی کرا دیجیے۔' ابراہیم ہاتھ جوڑنے لگا۔

''چلو سمجھو نکاح ہو گیا۔'' بھوت نے کس کے کا ایک ٹھوکر جمائی، ابراہیم لڑ کھڑا گیا۔

چاروں ربڑ بوٹ میں آ بیٹھے۔ ابراہیم نے سوچا بچنے کا بس یہی موقع ہے، مگر جان کا خطرہ تھا۔ دو پستول اور ایک ریز رگن سے بچنا محال تھا، اس لیے وہ تن بہ تقدیر آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔

فلائنگ ساسر کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھولیں۔ شاید بھوت اس کی اڑن طشتری کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا، مگر وہ دوسرا شخص اب بھی خاموش رہا۔ اس کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی اور نا معلوم کیوں اس کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ کچھ بے چین سا ہے۔ آبدوز کے پاس پہنچ کر ابراہیم کو اس میں سوار کرایا گیا۔ یہ لوگ بھی سوار ہو گئے اور آبدوز کسی نا معلوم سمت کو روانہ ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سی برڈ

رات کو چادر اوڑھے اور کہر میں منہ لپیٹے لگژری لائنر سی برڈ (آرام وہ بڑا مسافروں کا جہاز، جس کا نام سی برڈ، یعنی سمندری پرندہ تھا) سمندر کے متلاطم سینے پر اٹھکیلیاں کرتا رواں دواں تھا۔صرف خلاصی یا ملاح ہی ادھر ادھر چیکنگ کرتے پھر رہے تھے۔کپتان میکاڈو حسبِ معمول اپنی کیبن کے سامنے مختصر سے عرشے پر اپنی آرام کرسی ڈالے سگار سے شغل کر رہا تھا۔ ادھر انجن روم میں بالے رؤف اور شوکت بھی آیلنگ (oiling) کر رہے تھے۔انھیں اس مردہ جزیرے سے نکلے ہوئے آج پورے سات دن ہو چکے تھے اور خان کی حسبِ ہدایت خلاصیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

"اب کی بار تو کوئی لمبا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔"بالے نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"تم چکر کہتے ہو میری تو سوچتے سوچتے عقل چرخ ہو گئی ہے۔پانچ دن اس منحوس جزیرے پر جھک مارتے رہے،کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور اب سات دن سے خلاصی بنے ہوئے ہیں اور پھر مصیبت یہ کہ اندھیرے میں ٹپ ٹوئیاں مارتے جاؤ، نہ سر کا پتہ نہ پیر کا پتہ۔کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے، کچھ نہیں معلوم۔اور صاحب بہادر ہیں کہ ان کا پتہ ہی نہیں۔خدا جانے اس منحوس جزیرے پر کیا کرنے کے لیے رکے ہوئے ہیں؟"رؤف نے کہا۔

"ہاں، انسپکٹر، مجھے تو وہ مسٹر راڈرک عجیب سا لگتا ہے اور وہ پراسرار آدمی، اتنے دنوں میں اس نے دس بارہ جملوں سے زیادہ نہ بولے ہوں گے۔"شوکت نے انگڑائی کے ذریعے تھکن دور کرنے کی کوشش کی۔

"اوئے،کام کرو،دیکھو فورمین آرہا ہے،مار مار کے کھال ادھیڑ دے گا۔"

ایک چیف آفیسر نے ادھر سے گزرتے ہوئے کہا، جہاں یہ لوگ کام کر رہے تھے اور شوکت کی جان نکل گئی۔ حالانکہ وہ سب میں طاقتور اور تنومند تھا۔ سیڑھی پر فورمین کے جوتوں کی کھٹ کھٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ فورمین نہایت قوی ہیکل اور کالا بھجنگ تھا، اس لیے سب اسے کالا دیو کہتے تھے۔ اس کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ تھیں اور سیاہ بال حبشیوں جیسے گھنگھریالے اور اینٹھے ہوئے۔ سارے خلاصی اسی کے ماتحت تھے۔

''لو بیٹا، وہ تمہارا باپ آ رہا ہے، سنبھل جاؤ۔'' بالے نے شوکت کے کہنی ماری۔

''آنے دو، مجھ کو کچھ کہا تو سالے کی گردن توڑ دوں گا۔'' شوکت تیل کی لمبی سی کپی انجن کے ایک پرزے میں داخل کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں، کتے کے بچو، کیا ہو رہا ہے؟ گپیں ہانکی جا رہی ہیں۔ چل بے او موٹے، میرے ساتھ آ۔'' کالے دیو نے رسیوں کے ڈھیر پر تھوک کی پچکاری مارتے ہوئے شوکت کی طرف اشارہ کیا۔

''لیکن فورمین صاحب، اس کے پیٹ میں تو صبح سے درد ہو رہا ہے، میں چلوں تمہارے ساتھ؟'' بالے نے شوکت کو آنکھ ماری اور وہ پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''نخرے کرتا ہے سالا، چل بے تو ہی چل۔''

بالے چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔

کالا دیو تیزی سے چلتا ہوا جہاز کے بالکل زیریں حصے میں آ گیا۔ یہاں کئی سوا سٹور روم بنے ہوئے تھے۔ ایک اسٹور روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔

''عبداللہ۔'' فورمین نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک پہلوان نما حبشی ملاح باہر نکل آیا۔ اس کے جسم پر جہاز کے ملاحوں کا سا یونیفارم تھا اور ہاتھ میں شراب کی بوتل۔ کالے دیو نے اسے آنکھ سے کوئی اشارہ کیا، جسے سمجھ کر اس نے اپنے تمباکو سے پیلے پیلے دانت نکال دیے اور دروازے سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

Akram Allahabadi

"آؤ، تمہیں بھی عیش کرادوں۔" کالے دیو نے بالے کا ہاتھ پکڑا اور اسٹور روم میں داخل ہو کر اسے ردی کے ڈھیر پر دھکا دے دیا۔ بالے بمشکل سنبھلا اور زبردستی مسکرانے کی کوشش کرنے لگا۔ عبداللہ اس کی پشت پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز بتا رہے تھے کہ اگر بالے نے کوئی بھی حرکت کی تو وہ اس کی پسلیاں چبانے سے بھی گریز نہ کرے گا۔

"سارجنٹ بالے، اب میرا خیال ہے کہ تم ہمیں سچ سچ بتا دو۔" یکا یک فورمین بولا اور کونے میں ایک عدد تھوک کی پچکاری ماری۔

"عزت افزائی کا شکریہ، مگر میں سارجنٹ بالے نہیں ہوں، میں تو ایک معمولی خلاصی ہوں عبدلکریم۔ آپ ہی کی عنایت سے تو مجھے اس پر نوکری ملی ہے، کیوں مذاق کرتے ہیں آپ۔"

تڑاخ، فورمین کا الٹا ہاتھ طمانچے کی صورت میں بالے کے گال پر پڑا۔

"بتاؤ وہ کہاں ہیں خنزیر کے نطفے؟" فورمین کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"مگر کون، کس کو پوچھ رہے ہیں آپ؟ میں قسم کھاتا ہوں میں سارجنٹ بالے نہیں، معمولی خلاصی ہوں۔ ضرور آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"سارجنٹ بالے، تم لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہو، میری آنکھوں میں نہیں۔ اگر اپنی جان کی خیریت چاہتے ہو تو سیدھی طرح بتا دو۔ راڈرک اور سپرنٹنڈنٹ خان کہاں ہیں، ورنہ عبداللہ ابھی تمہاری گردن مروڑ کر اسٹور روم کی کھڑکی سے سمندر میں پھینک دے گا۔"

فورمین کی تھپڑ کی ضرب اور چوٹ نے بالے کے جسم میں خون کی گردش تیز کر دی تھی، اس نے فوراً ہی اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کیا اور کہا۔ "دیکھو، فورمین عرف کالے دیو، میں کوئی بھڑ بھونجا نہیں جو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ ابھی تم دونوں کے جنازے تیار کر دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے بیٹھے بیٹھے ہی آگے بڑھ کر فورمین کو ایک پیر سے ٹنگڑی ماری، وہ اچانک حملے

کیلیے تیار نہ تھا،اس لیے گر پڑا۔حبشی ملاح عبداللہ آگے بڑھنا چاہتا تھا،مگراس عرصے میں بالے جہاز کا لمبے پھل والا بڑا چاقو نکالے دروازے میں کھڑا تھا۔اس نے عبداللہ کو بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"گوریلا کے نواسے،وہیں کھڑے رہو ورنہ آنتیں باہر نکال دوں گا۔اچھا گڈبائی چیریو۔" بالے نے فورمین کی نقل میں تھوک سے ایک پتلی سی پچکاری دیوار پر ماری اور پھرتی سے باہر نکل آیا۔عبداللہ آگے بڑھنے لگا تو کالے دیو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

بالے نے وہاں مزید رکنا مناسب نہ سمجھا اور اوپر آگیا۔ابھی تک اس کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو چمک رہا تھا۔وہ عرشے سے ہوتا ہوا انجن روم میں آیا،مگر وہاں نہ شوکت کا پتہ تھا اور نہ روف کا نشان۔

"سالے کہاں مر گئے؟" بالے ان کی تلاش میں چل پڑا۔وہ اوپر فرسٹ کلاس کی طرف جارہا تھا کہ ایک کیبن کے پاس سے گزرتے ہوئے کسی نے اسے اندر گھسیٹ لیا۔کیبن میں بالکل تاریکی تھی۔بالے ایک لمحے کیلیے ساکت کھڑا ہوگیا۔اسے سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی،جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ کیبن میں دو تین آدمی موجود ہیں۔یہ کون ہو سکتے ہیں؟ وہ سوچنے لگا کہ چپ چاپ باہر نکل جائے،چنانچہ اس نے آہستہ سے پیچھے دروازے کو ٹٹولا،مگر وہ بند ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

انوکھا پامسٹ

لگژری لائنر سی برڈ کا بلو ہال نیلے رنگ کے قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ایک طرف اسپینی رقاصہ ماریا کا رقص ہو رہا تھا،دوسری طرف لوگ ہوزی کھیل رہے تھے۔اسی دوران جہاز کے ایک ویران کیبن میں بالے اور رؤف جلدی جلدی میک اپ میں مشغول تھے۔رات کو کیبن میں بالے کو اندر گھسیٹ کر دروازہ بند کرنے والے رؤف اور شوکت ہی تھے۔انھیں اسی رقاصہ کے ذریعے سپرنٹنڈنٹ خان کی مختصری ہدایت ملی تھی کہ بالے بنگالی جوتشی کا روپ دھار لے اور رؤف ڈاکٹر عزیز بن جائے،جو اسی جہاز کے دو مسافر تھے۔اصلی ڈاکٹر عزیز اور بنگالی جوتشی کا انتظام کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنے پائیں۔مگر شوکت کا میک اپ کرنا مشکل تھا،کیونکہ وہ ایسے ڈیل ڈول کا آدمی تھا کہ اس کا چھپنا مشکل تھا۔اس کیلیے یہ سوچا گیا تھا کہ وہ جہاز کے کپتان سے کہہ کر جو ڈاکٹر عزیز کا گہرا دوست تھا،شوکت کو اگلی بندرگاہ آنے تک ذاتی ملازمت میں رکھ لے۔ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ بالے اور رؤف دونوں لوگوں کے سامنے اچھے تعلقات کا مظاہرہ نہ کریں۔

بالے اور رؤف میک اپ سے فارغ ہو کر بلو ہال میں آ گئے۔رؤف نے بھی ہوزی کا ایک کارڈ خریدا اور مجمع میں کھڑا ہو گیا۔اس نے کھیلتے کھیلتے دیکھا کہ عبداللہ سے گہری نظروں سے دیکھتا ہوا ہال سے گزرا اور پھر دور میز پر جا کر ایک شخص کے ساتھ جا کر شطرنج کھیلنے لگا۔شطرنج کے سیاہ و سفید مہرے اسے دور ہی سے نظر آ رہے تھے۔اس نے دیکھا کہ عبداللہ کا فرزین پٹ رہا تھا اور دوسرا کھلاڑی کے شاہ کو شہ پڑ رہی تھی،مگر وہ لوگ دوسری چالیں چل رہے تھے۔رؤف فوراً سمجھ گیا کہ یہ کھیل محض دکھاوے کیلیے کھیلا جا رہا ہے،بات کچھ اور ہی ہے۔ہوزی کا کارڈ اس کے ہاتھ میں تھا اور حسبِ توقع انعامی نمبر نہ نکلنے پر اس نے کارڈ کو پھاڑ دیا اور رقص

کے اسٹیج کی طرف چلا آیا اور ایک کرسی کھینچ کر رقص دیکھنے لگا۔ واقعی ماریا کی رگ رگ میں بجلی بھری ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ایک مشرقی رقص بھارت ناٹم کا مظاہرہ کر رہی تھی جو ہندوستان میں دیوداسیاں مندروں میں کیا کرتی ہیں۔ یکایک اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس نے ماریا کو کہیں دیکھا ہے۔ اسے یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ سراغرساں خان اسی جہاز پر موجود ہے اور ماریا اس کی پارٹی سے تعلق رکھتی ہے، کیونکہ وہی رقعہ لے کر آئی تھی اور صاف اردو میں گفتگو کی تھی۔ چنانچہ اس نے اندازہ لگا لیا کہ یہ اجنبی نہیں ہو سکتی۔ دیکھنے کو تو رؤف ناچ دیکھ رہا تھا، مگر انکھیوں سے حبشی ملاح عبداللہ کو بھی دیکھتا جاتا تھا جو ہر چال چلنے کے بعد شراب کا ایک بڑا سا گھونٹ لیتا اور پھر اپنے کھلے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگتا اور پھر سمندر پر نظریں گھما دیتا۔ رؤف نے سوچا یں کام نہ چلے گا، کچھ کرنا چاہیے۔ اس نے چاروں طرف نظریں گھما کر لوگوں کا جائزہ لیا۔ یکایک اس کی نظر لیڈی گراہم پر پڑی جو بالے کو جو اس وقت بنگالی جوتشی بنا ہوا تھا اپنا ہاتھ دکھا رہی تھی۔ رؤف اور بالے لیڈی گراہم کو پہلے ڈاکٹر عزیز اور اصلی جوتشی کے ساتھ دیکھ چکے تھے، چنانچہ رؤف اس کی میز کی طرف بڑھا اور کہا۔

"کیا میں چند منٹ کیلیے آپ کی میز پر بیٹھ سکتا ہوں، معزز لیڈی۔ غالباً ہم غیر متعارف نہیں ہیں۔"

"کون، ڈاکٹر عزیز؟ آیئے آیئے، مگر یہ آپ کی آواز کو آج کیا ہو گیا ہے؟ ان سے ملیے، یہ ہیں بنگالی جوتشی پروفیسر رائے، بڑے مانے ہوئے پامسٹ ہیں، ابھی مجھے بتا رہے تھے کہ یہ سفر میرے لیے بڑی برکتوں کا باعث ثابت ہوگا۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ لایئے، مجھے اپنا ہاتھ دیجیے، میں آپ کو بتاؤں۔"

رؤف نے لیڈی گراہام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھنے لگا۔

"دیکھیے، آپ کا ہاتھ بتاتا ہے کہ آپ کو اس سفر میں سخت خطرہ ہے۔ مالی نقصان کے علاوہ جانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، لیکن ایک کمسن بچے سے آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ ویسے

جذباتی طور پر آپ کو ایک رقاصہ سے بھی صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے۔"

پروفیسر رائے، یعنی بالے، رؤف کی باتیں سن کر چیں بجبیں ہو گیا، مگر لیڈی گراہام کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی، اس نے درخواست کی۔ "ڈاکٹر عزیز، تم تو چھپے رستم نکلے، تم نے آج تک مجھے بتایا ہی نہیں کہ تم اتنے اچھے پامسٹ ہو، کچھ اور بتاؤ۔"

"آپ فرمایئے، کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں؟ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ میرے محترم پروفیسر رائے صاحب کی بیوی نکٹی ہے۔"

بالے نے یہ سن کر گھونسا تانا، مگر لیڈی گراہام کے دیکھنے پر جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگا، جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔

"مذاق نہ کیجیے، یہ بتایئے کہ کیا یہ سفر بغیر حادثے کے پورا ہو جائے گا؟"

"جی نہیں، ہرگز نہیں میرا علم یہی کہتا ہے۔"

"تو پھر؟"

"اس سفر میں ہم سب کو خطرہ ہے۔"

"کیا خطرہ ہے؟ کیا طوفان وغیرہ سے؟"

"نہیں، محترمہ، ستارے بتاتے ہیں کہ کپتان اور مسافروں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے۔"

"کیا مطلب، آپ ذرا تفصیل سے بتایئے نا۔"

"مطلب یہی کہ ہو سکتا ہے کہ کسی سے لڑائی بھڑائی ہو جائے۔"

"یہ بکواس کر رہا ہے۔ اس ڈاکٹر کی دم کو نہ ہاتھ دیکھنا آتا ہے نہ پیر۔" پروفیسر رائے نے طیش کھاتے ہوئے کہا۔ "یہ نہ نجومی ہے نہ پامسٹ۔"

"نکٹی بیوی کے شوہر، زبان سنبھال کر بات کرو، ورنہ ابھی اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔ سیدھے خلیج بنگال پہنچ جاؤ گے، سمجھے۔" رؤف نے آستین چڑھالیں اور نتھنے پھلا لیے۔

"یہ ڈاکٹر نہیں، الو کا پٹھا ہے۔ بدتہذیبی معاف کیجیے گا محترمہ۔ کہیں عورتوں کا سیدھا ہاتھ دیکھا جاتا ہے۔ ہم لوگوں کے فن کو بدنام کرتا ہے۔" بالے نے کرسی اٹھالی۔ لیڈی گراہام ہائیں ہائیں ہی کہتی رہ گئی۔ مگر بالے نے رؤف پر حملہ کر دیا، رؤف نے وار خالی دیا۔ دونوں کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بابے نے آنکھ کا اشارہ کر کے رؤف کے ٹنگری ماری اور رؤف چاروں شانے چت گر پڑا۔

"اے مسٹر، او پروفیسر، دیکھو ڈاکٹر ٹھیک کہتا تھا، لڑائی جھڑائی تو اسی وقت شروع ہو گئی۔" لیڈی گراہام نے بالے سے کہا۔

"بس لڑائی ختم، لیڈی نے میری یہ بات تسلیم کر لی ہے۔" ڈاکٹر عزیز نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے ہو؟" حبشی ملاح نے آکر ان لوگوں سے بڑی بد تہذیبی سے پوچھا۔

"آپ کو کیا تکلیف ہے اپنا کام کرو۔" راؤف نے کڑک کر کہا۔

"چھوڑو یار کیوں پاگل کے منہ لگتے ہو۔" عبداللہ کا ساتھی بولا۔

"ویسے آپ کی ہمدردی کا شکریہ، مگر میرے خیال میں یہ پاگل ایک منٹ میں تم دونوں کے جبڑے توڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے۔" رؤف نے آنکھیں مچ مچا کر طنزیہ نرمی سے کہا۔

عبداللہ یہ سن کر اس کی طرف بڑھا، مگر بالے بیچ میں آگیا اور کہا۔

"دیکھو مسٹر، اس کا والا لڑائی ہم سے ہے تو م جاکر اوپنا کھیل کھیلو ورنہ تو مارا شطرنج کوئی چورا کر لے جائے گا۔"

شطرنج کا نام سنتے ہی عبداللہ نے اپنی میز کی طرف مڑ کر دیکھا، میز پر صرف بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے، شطرنج غائب تھا البتہ رقاصہ بار بار اس میز کے گرد ناچ رہی تھی۔

Akram Allahabadi

عبداللہ فوراً دوڑ کر اس کے پاس گیا اور پوچھنے لگا۔

"میرا شطرنج، میرا سطرنج، یہاں ابھی ہم شطرنج کھیل رہے تھے، کہاں گیا، کون لے گیا، سچ سچ بتا دو، ورنہ ایک ایک کی گردن توڑ دوں گا۔"

"حبشی عبداللہ کی گرج دار آواز سن کر سارا بلو ہال میں سناٹا چھا گیا، کسی کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ بالآخر عبداللہ نے رقاصہ کو بازو سے پکڑ لیا اور پوچھا۔

"تو یہاں ناچ رہی تھی، بول میرا شطرنج کہاں ہے؟"

"موٹے بھینسے، میں یہاں تیرے شطرنج کی خبر گیری کرنے نہیں آئی، میرا ہاتھ..."

"نہیں چھوڑوں گا، پہلے بتا میرا شطرنج کون لے گیا؟" عبداللہ نے فرش پر تھوک کی پچکاری مارتے ہوئے کہا۔ ماریا نے اس کے منہ پر طمانچہ مارنا چاہا، مگر اس نے ماریا کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

تماش بینوں میں سے ایک آدھ نے رقاصہ کی حمایت کرنی چاہی، مگر عبداللہ کا ڈیل ڈول اور اس کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر ہمت ہار گئے۔ دو ایک خلاصی کپتان کو بلانے کیلئے بھاگے۔

"بول کہاں چھپایا ہے میرا شطرنج؟" عبداللہ نے ماریا کا ہاتھ مروڑنا شروع کیا۔ نشے کی وجہ سے عبداللہ کی آنکھوں سے خون برستا معلوم ہوتا تھا۔ اتنے میں کہیں سے وہاں شوکت لڑھکتا ہوا چلا آیا اور یہ منظر دیکھ کر نہایت بھولے پن سے عبداللہ سے کہا۔

"اے میاں خاں، بڑے نامرد ہو اللہ کسم، چھوکری پر زور آزماتے ہو۔ چھوڑو اس کا ہاتھ۔ نا جک کلیا نہ مرورو سا نوریا، تمہیں اپنی ماں کی کسم اپنی دادی کی کسم۔" رؤف نے شوکت کو دیکھ کر آگے بڑھنا چاہا، مگر بالے نے روک لیا۔ کہنے لگا۔

"صاحبزادے، کیوں اپنی ہڈی پسلی ایک کراؤ گے، سارا غصہ تمہیں پر اتار لے گا، ذرا مزہ دیکھے جاؤ۔"

ادھر حبشی ملاح عبداللہ کسی غیر زبان میں شوکت کو گالیاں دے رہا تھا اور نوبت ہاتھا پائی پر آنے ہی والی تھی کہ رؤف نے بالے کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کہا۔

"بکواس بند کرو، میں نامردوں کی طرح ایک حسینہ پر ظلم وستم ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔"

"شاباش آفریں ڈاکٹر عزیز۔" لیڈی گراہام نے خراجِ تحسین پیش کیا۔

"تو پھر میں تمہیں یہ تحسین کسی طرح حاصل کرنے نہیں دوں گا۔" بالے نے کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے عبداللہ کے سر پر پہنچ گیا، جو ایک ہاتھ سے رقاصہ کو اور دوسرے سے شوکت کا گریبان پکڑے ہوئے تھا۔

"کتے کے بچے، میرے منہ لگتا ہے۔" عبداللہ شوکت پر دھاڑا۔

"ابے مچھر، چھوڑ دے اس کا گریبان ورنہ ایک گھونسے میں بھرکس نکال دوں گا۔" بالے مثمنی آواز میں بولا۔

"او بنگالی بابو، تم ہٹ جاؤ، میں اس کو ٹھیک کرتا ہوں۔" شوکت نے کہا اور عبداللہ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

"نہیں نہیں، میرے جاپانی کھلونے، تم رقاصہ کو سنبھالو، میں اس کی خبر لیتا ہوں۔"

"ٹھہرو ٹھہرو، بھائیو، کیوں لڑتے ہو، کیا بات ہے آخر؟" رؤف بھی بیچ بچاؤ کے بہانے وہاں پہنچ گیا۔

"کیوں تو کون ہوتا ہے بیچ میں ناک ٹھونسنے والا۔ یہ میرے شطرنج کا معاملہ ہے۔"

"میں تمہارے شطرنج کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں، بولو کتنے کا تھا تمہارا شطرنج؟" ڈاکٹر عزیز نے کہا۔

"جاؤ اپنا کام کرو، ڈاکٹر۔ بڑے آئے شطرنج کی قیمت ادا کرنے والے۔ میں ابھی

اسکی ناک کے رستے شطرنج نکلوالوں گا۔ہٹو یہاں سے سور کی اولاد۔''عبداللہ چیخا۔

''گالی بکتا ہے، ڈیم فول، یہ لے۔'' بالے نے عبداللہ کی ناک پرایک بھرپور گھونسہ جڑ دیا۔

عبداللہ نے گھونسہ کھا کر ماریا کو چھوڑ دیا۔شوکت اس کا بازو سہلاتا ہوا ایک طرف لے گیا۔رؤف اور دوسرے لوگ بھی پیچھے ہٹ گئے۔عبداللہ نے ایک جھرجھری سی لی اور جھومتا ہوا ہاتھی کی طرح بالے کی طرف بڑھا۔بڑھتے ہوئے اس نے اپنی کمر سے وہ لمبا سا چابک بھی کھول لیا جو بیلٹ کی طرح لپٹا ہوا تھا۔اس نے پہلے چابک گھما کر مجمع کو دور دور تک پیچھے دھکیل دیا۔مجمع نے عبداللہ اور بالے کے اردگرد ایک بڑا سا دائرہ بنا لیا۔عبداللہ کا چابک والا ہاتھ بلند ہوا۔بالے نے پینترا بدلا اور وار خالی دیا۔

''سڑ...'' چابک کی آواز آئی اور بالے کی ریشمی قمیض میں شگاف پڑ گیا۔

''ہو...ہو...جانے نہ پائے۔'' عبداللہ کے ماتحت خلاصی چلائے۔شوکت نے آنکھیں بند کرلیں اور رؤف اپنے ہاتھ مسلنے لگا۔

''تڑاپ...'' ایک اور چابک ہوا میں گونجا۔بالے نے اسے ہاتھ پر لپیٹنے کی کوشش کی،مگر کلائی کی کھال ادھڑ گئی۔عبداللہ چابک بازی کا ماہر تھا۔

''ہاہاہا...'' عبداللہ نے فتح مندانہ قہقہہ لگایا اور دوبارہ مارنے کیلیے چابک کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا، جہاں چابک گرا لوگ کائی کی طرح پھٹ گئے۔بالے نے پھر ہنٹر کی زد سے بچنے کلیے پینترا بدلا اور سیدھا عبداللہ کے پیٹ میں سر سے ٹکر مارنے کیلیے دوڑ پڑا۔مگر عبداللہ کا گھٹنا اس کے منہ کیلیے تیار تھا۔وہ الٹا ہو کر تیورایا اور فرش پر گر پڑا،اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔

''عبداللہ، کیا کرتا ہے،خبردار۔'' دور سے کپتان میکاڈو کی آواز آئی۔

''کیپٹن، اسے بچاؤ، وہ جنگلی سور اسے مار ڈالے گا۔'' رقاصہ ماریا نے کپتان کی آواز سن کر اس سے التجا کی۔

Akram Allahabadi

''عبداللہ،اوخنزیر کی نسل،رک جا،میں تجھے حکم دیتا ہوں۔''
کپتان غصے میں لوگوں کو ہٹاتا ہوادڑے میں گھس آیا،مگر عبداللہ کے چابک کوسر پر آتا دیکھ کرالٹے پیروں واپس ہوگیا۔
''ہٹ جاؤ،خبردار جو کوئی آگے بڑھا،کھال ادھیڑ دوں گا۔'' عبداللہ نشے میں چنگھاڑا۔''اس وقت میں کپتان وپتان سب کی ایسی تیسی کر ڈالوں گا۔'' عبداللہ نے فرش پر پڑے ہوئے بالے کے اوپر شڑاپ شڑاپ ہنٹوں کی بارش شروع کردی۔بالے لوٹ پوٹ کر اپنے آپ کو ہنٹر کی زد سے بچانے لگا۔رؤف نے آگے بڑھنا چاہا،مگر لیڈی گراہام اس سے چپٹ گئی۔
''خدا کیلیے،تم نہ جانا،وہ بڑا خونخوار ہے۔'' وہ بولی۔
ادھر عبداللہ کے وار ایسے نپے تلے پڑ رہے تھے کہ جب بھی چابک پڑتا،بالے کے کپڑوں کی دھجیاں اڑ جاتیں۔اس کے منہ سے بدستور خون بہہ رہا تھااور جسم پر چابک کی مار سے نشانات ابھر رہے تھے،مگر بالے کے چہرے سے کسی قسم کے پریشانی کے آثار نظر نہ آتے تھے۔
''شڑاپ...''عبداللہ نے چابک گھما کر پھر وار کیا۔بالے نے پھر ہاتھ پر روکنے کی کوشش کی۔اس مرتبہ ہنٹر کا سرا اس کے ہاتھ میں آگیا۔بالے نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔عبداللہ بھی طاقت لگا کر کھینچنے لگا،مگر کہاں عبداللہ کی طاقت اور کہاں بالے۔وہ اس کے ساتھ کھینچا چلا گیا،مگر اس کھینچا تانی میں بالے کو کھڑے ہونے کا موقع مل گیا اور اس نے اور زیادہ مضبوطی سے ہنٹر کو پکڑ لیا اور جب عبداللہ نے چابک چھڑانے کیلیے زور لگایا تو اس نے چابک کا سرا چھوڑ دیا۔عبداللہ اپنے ہی زور میں خود ہی ایک جھٹکے کے ساتھ لڑکھڑاتا ہوا گر پڑا۔مجمع میں ایک غلغلہ بلند ہوا۔بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بالے عبداللہ پر کود پڑا،مگر عبداللہ بھی غافل نہ تھا،اس نے بالے کو اپنی ٹانگوں پر دھر لیا اور اسے ہوا میں اچھال دیا۔بالے کے پیر زمین پر ٹکنے سے پہلے ہی عبداللہ کھڑا ہو چکا تھا اور اس نے ہوا میں چابک گھما کر بے تحاشا بالے کو مارنا شروع

Akram Allahabadi

کر دیا۔

"شڑاپ... شڑاپ... شڑاپ..."

اب بالے کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ کپتان بھی گالیاں دیتا ہوا شوکت کو ساتھ لے کر جہازی کی پولیس فورس کو بلانے جا چکا تھا۔

بالے کے چہرے پر مسکراہٹ کی جگہ اب پیشانی پر تیوریاں پڑ گئی تھیں۔ لیڈی گراہام اب تک رؤف کو چمٹی ہوئی تھی۔ بالے چابک کی ہر ضرب پر تلملا اٹھتا۔

ایک مرتبہ عبداللہ نے چابک مارنے کیلیے جو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا تو چابک کا سرا رؤف کے پیروں کے قریب آ گرا۔ رؤف لیڈی گراہام کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا آگے بڑھا اور چابک کے سرے پر پیر رکھ دیا۔ عبداللہ نے وار کرنا چاہا، مگر چونکہ اس کا سرا رؤف کے پیر کے نیچے دبا ہوا تھا، اس لیے عبداللہ کے ہاتھ سے ہنٹر چھٹ گیا۔ یہ دیکھ کر بالے میں نہ جانے کہاں سے طاقت آ گئی، اس نے عبداللہ کو دوبارہ ہنٹر اٹھانے کا موقع نہیں دیا اور اچھل کر اسی کے کلے پر ایک فولادی مکہ جما دیا اور اس کے منہ پھیرتے ہی گھونسوں پر رکھ لیا۔ رؤف بھی میدان میں آ گیا تھا۔ اس نے عبداللہ کا ہنٹر اٹھا لیا تھا اور جب عبداللہ بالے کے گھونسوں کی ضرب سے لڑھکتا ہوا اس کی طرف آتا تو رؤف کی ٹھوکر اسے پھر بالے کے پاس بڑھا دیتی۔

"بس کرو، ڈاکٹر عزیز، تم ہٹ جاؤ۔" بالے نے عبداللہ کو کالر سے پکڑ کر زمین سے اٹھا لیا اور اس کے پیٹ مین گھٹنہ مارتے ہوئے کہا۔ عبداللہ درد سے تلملا کر جھکا، مگر دوسرا گھٹنہ اس کے منہ پر پڑا۔ اس نے چیخ ماری اور خون تھوکتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"ہم مار ڈالیں گے، قتل کر دیں گے۔" یکا یک چند حبشی ملاح جو عبداللہ کے تحت کام کرتے تھے، خنجر نکال کر آگے بڑھنے لگے۔

"خبردار جو کوئی آگے بڑھا، ہنٹر سے کھال کھینچ لوں گا۔" رؤف نے فضا میں ہنٹر لہرا کر جھٹکا دیا۔ سارے جہازی اپنی اپنی جگہ رک گئے۔ عبداللہ فرش پر پڑا کراہ رہا تھا، وہ نیم بیہوش

ساتھا۔بالے نے اسے چھوڑ دیا۔اور فخر سے مجمع کو دیکھتا ہوا اپنے کیبن کی طرف چل پڑا۔
راستے میں لیڈی گراہام نے اس کی تعریف میں چند تحسین آمیز کلمات کہنا چاہے، مگر صرف تحسین آمیز نظروں پر اکتفا کر گئی۔رقاصہ بھی متشکرانہ نظروں سے بالے کو جاتے ہوئے دور تک تکتی رہی۔اب کپتان میکاڈو دوبارہ آ گیا تھا اور لڑائی کی وجہ کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا۔اس نے حبشی ملاحوں کو اشارہ کیا اور وہ بیہوش عبداللہ کو اٹھا کر لے گئے۔ان کے جانے کے بعد کپتان نے کھڑے ہو کر اعلان کیا۔
''ہم سفر ساتھیو، یہ ایک معمولی واقعہ تھا جو کثرتِ مے نوشی کی وجہ سے پیش آیا۔آپ لوگوں کو اس سے زیادہ اثر نہ لینا چاہیے۔ہاں ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ جن صاحب یا صاحبہ نے عبداللہ کا کالا شطرنج لیا ہو، وہ براہ کرم اسے میرے کمرے میں چھوڑ جائیں، ہم دورانِ سفر کسی قسم کی چوریاں برداشت نہیں کر سکتے۔ساتھ ہی ساتھ ہم کسی کی بے عزتی بھی کرنا نہیں چاہتے، اس لیے میرے کمرے میں میز کی دراز میں ایک سو روپے کے نوٹ بھی رکھے ہوں گے، جو صاحب اس شطرنج کا پتہ چلائیں گے، یہ ان کا انعام ہوگا۔آیئے تو پھر پرانی باتیں بھول کر اس کافر ادا رقاصہ کا ایک اور ہوشربا رقص ملاحظہ فرمایئے۔ہاں انگوری بیٹی، ایک اور ناچ، ایسا کہ تمام محفل جھوم اٹھے۔''
''انگوری رؤف کے قریب ہی کھڑی تھی۔اس نے اپنا ہاتھ سہارے کیلیے رؤف کی طرف بڑھا دیا اور رؤف نے کسی ہیرو کی طرح اسے سہارا دے کر رقص کے چبوترے پر پہنچا دیا۔ساز تھرا اٹھے۔لوگ اپنی اپنی میزوں پر جانے لگے۔بیرے پھر سامانِ خورد و نوش لے کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔اور جب موسیقی کی لہریں تیز ہوئیں تو انگوری کا متناسب جسم بھی لہریں لینے لگا۔فضا پر نشہ سا چھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سیاہ شطرنج

"احمق، بیوقوف، گدھا۔" خان صاحب نے چڑ کر کہا۔

انگوری سراغرساں خان کے ریمارکس کا مطلب نہ سمجھ سکی کہ ان کا اشارہ کس طرف تھا۔ وہ سوالی نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

سراغرساں خان نے اپنا ٹرانسمیٹر نکالا اور فریکوئنسیز ٹیسٹ کرنے لگا۔ یکا یک انھوں نے آلہ کان سے لگایا۔ کسی فریکوئینسی پر ایک پیغام نشر ہو رہا تھا۔

"کپتان میکاڈو، ہم نے ابراہیم کو حاصل کر لیا ہے اور زیتا کے ہمراہ اسے جہاز پر بھیج رہا ہوں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ اس سے کچھ معلوم ہو سکے، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میرا خیال ہے عبداللہ والی ترکیب اس پر چل جائے گی۔ ابراہیم کے اوپر پہنچنے کا انتظام رکھیے گا، ٹھیک ۲۳ بجے، او کے۔"

"ہونہہ۔" سراغرساں خان نے دل میں سوچا اور ان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

انگوری انھیں ہنوز سوالیہ نشان بن کر دیکھے جا رہی تھی۔

"سنو، کرن، آج رات ۱۰ بجے کے بعد رقص گاہ سے تم سیدھی جہاز کی پشت کی طرف جس طرف سیڑھیاں اور لنگر ہے، چلی جاؤ گی اور شوکت کے ساتھ، سمجھ گئی ہو نا، لیکن بظاہر دراصل تم اس کشتی پر نظر رکھو گی جس سے ایک عورت اور ایک بیہوش شخص کو اوپر چڑھایا جائے گا۔ اور پھر مجھے رپورٹ پیش کرو گی۔"

"خان صاحب، اس بھیلے کو تو رومانٹک ایکسپریشن بھی دینے نہیں آتے۔"

"کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

"او کے بتواب میں چلوں۔ آپ شوکت کو بھیج دیجیے گا۔"

Akram Allahabadi

"او کے،تم اپنے پاس پستول ضرور رکھو گی،سمجھ گئیں،اب تم جاؤ۔"

انگوری کے جانے کے بعد خان صاحب نے اپنی گھڑی دیکھی اور ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام نشر کرنے لگا۔مگر وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھتے جاتے تھے جیسے انھیں کسی کے آنے کا انتظار ہو۔یکایک ان کے چھوٹے سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔دوسری طرف سے مسٹر راڈرک بول رہے تھے۔

"ہیلو مسٹر خان۔"

"ہیلو،کیا آپ اب تک جاگ رہے ہیں؟"

"ہماری تقدیر میں نیند کہاں۔"

"فرمایئے۔"

"وہ جگہ قریب آتی جارہی ہے۔آپ نے باہر کُہر ملاحظہ فرمایا؟"

"نہیں تو،مگر کیا واقعی یہ مصنوعی کُہر ہے؟"

"میرا علم تو یہی کہتا ہے۔"

"مگر ابھی ہم مقررہ مقام سے تقریباً ایک سو پچیس ناٹس (سمندری میل) دور ہیں...اوہ،سمجھا۔"

"کیا؟"

"یہ کُہر صرف جہاز کے گرد ہی ہے نا؟"

"ہاں،اس کا احاطہ پاؤ میل سے زیادہ نہیں ہے،مگر آپ نے یہ کیوں پوچھا؟"

"مجھے معلوم ہے کہ یہ کیوں پھیلایا گیا ہے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے..."

"ہاں،آپ سے کیا چھپانا ہے۔ابھی مجھے اتفاقاً ایک پیغام سننے کو مل گیا۔میرے ایک آدمی کو اس جہاز پر خفیہ طور پر لایا جارہا ہے۔"

Akram Allahabadi

"کیا یہ بات کپتان کے علم میں ہے؟"

"ہاں، میرا قیاس صحیح نکلا۔ کپتان میکاڈو بھی اس میں شامل ہے۔ سنیے، مسٹر راڈرک، سیلف سجیشن(self suggestion) لے چکے ہوتو ذرا میرے کیبن میں تشریف لے آیئے۔"

"خان صاحب، آپ اس طرح دوسرے لوگوں کو شک کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ ہم سے غافل ہیں۔ آپ بالے کا واقعہ بھول گئے۔"

"لیکن مجھ سے اب تک بے خبر ہیں، یہ مجھے یقین ہے۔"

"فکر نہ کیجیے۔ آپ چلے آیئے۔"

"اوکے، میں آرہا ہوں۔"

رات کافی گزر چکی تھی۔ جہاز کی ریز روشنیاں بجھادی گئی تھیں۔ اکثر مسافر اپنے اپنے کیبنوں میں چلے گئے تھے، صرف ملاح اور جہازی ادھر سے ادھر گھومتے نظر آتے تھے، یا پھر وہ جوڑے تھے جو محبت اور ہلکی چاندنی کا، جسے کہر نے ایک سیمیں غبار میں تبدیل کر دیا تھا، لطف اٹھانے کھلے عرشے پر سرگوشیوں میں مصروف تھے۔

عین اسی وقت ایک لنگڑا ملاح انجن روم سے کوئی چیز ایک کپڑے میں چھپائے ادھر ادھر احتیاط سے دیکھتا باہر نکلا اور فرسٹ کلاس کیبنوں کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ ابھی سیڑھیوں کے درمیان ہی تھا کہ اوپر سے کپتان میکاڈو اور شوکت کے ساتھ اترتا ہوا نظر پڑا۔ لنگڑا ملاح انھیں دیکھتے ہی فوراً سیڑھیوں کے نیچے دبک گیا۔ ان کے جانے کے بعد وہ پھر نکلا اور دیگر جہازیوں کی نظروں سے بچتا بچاتا ایک کیبن کی طرف ہولیا۔ کیبن کے قریب پہنچ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے کیبن کے دروازے پر پانچ مرتبہ دستک

Akram Allahabadi

دی۔کیبن کا دروازہ آہستگی سے کھل گیا۔سامنے بالے کھڑا تھا۔"اندر آجاؤ۔" اس نے سرگوشی کی۔لنگڑے ملاح کے اندر آنے کے بعد اس نے کیبن کا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی چڑھا دی۔ اندر بالے کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ خان، مسٹر راڈرک اور رؤف بھی موجود تھے۔

"کیا لے آئے؟" خان صاحب نے پوچھا۔

"میرا نام لانگ فیلو ہے۔" لنگڑا ملاح سیدھا تن کر کھڑا ہو گیا اور بالے اور رؤف کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔بالے اور رؤف کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، کیونکہ ان کے سامنے وہ پراسرار شخص کھڑا تھا جو ان کے ساتھ فلائنگ ساسر میں آیا تھا۔اس وقت صرف اس کے فرنچ داڑھی نہ تھی۔

"کون گیا تھا شطرنج رکھنے کیلیے؟" خان صاحب نے لانگ فیلو سے پوچھا۔

"مسٹر لانگ فیلو۔"

"تو یوں کہو، مجھ سے بھی چال۔"

"سو روپے بھی تو لینے تھے۔آج بالے بھائی اور رؤف کی دعوت بھی تو کرنی ہے۔"

"ڈاکٹر عزیز اور پروفیسر رائے کہو۔"

"خان صاحب، اب مجھے اجازت دیجیے۔" مسٹر راڈرک نے کہا۔نہ جانے کیوں وہ یک بیک کسی فکر میں کھو گئے تھے۔

"اسے تو دیکھتے جایے، میرا مطلب ہے شطرنج کو۔"

"اوہ، بس، مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا چیز ہو سکتی ہے اور اس سے دشمنوں کو کیا زک پہنچ سکتا ہے؟" راڈرک نے کہا۔

"اگر ایسا نہ ہوتا تو عبداللہ مارنے مرنے پر نہ تُل جاتا۔" خان صاحب نے کہا اور شطرنج کے مہروں کو اٹھا کر نہایت غور سے دیکھنے لگا۔

"اس وقت آپ بالکل چیس مین معلوم ہو رہے ہیں۔" بالے نے خان صاحب پر

Akram Allahabadi

فقرہ کسا۔ کیونکہ انگریزی میں شطرنج باز کو چیس مین کہتے ہیں اور چیسمین امریکہ میں ایک نامی مجرم بھی گزرا ہے، جسے گزشتہ سال بذریعہ گیس موت کی سزا دی گئی تھی۔

خان صاحب نے بالے کے اس جملے پر کوئی توجہ نہ دی مگر دوسرے لمحے مسکرا دیے۔

خان صاحب نے ایک مہرہ اٹھا کر مسٹر راڈرک کو دیا اور کہا۔

"دیکھیے، کچھ نظر آتا ہے؟"

راڈرک نے غور سے دیکھا معمولی سیاہ لکڑی کے مہرے تھے، وہ ان کے پیچ وغیرہ دیکھنے لگے۔ خان صاحب نے شطرنج کی بساط اٹھائی پھر اسے غور سے دیکھتے ہوئے بالے کو پکڑا دی اور کہا۔

"دیکھو، کچھ نظر آتا ہے؟"

"جی نہیں، دال ہی نہیں ہے تو کالا کہاں سے نظر آئے۔"

"کیا واقعی تمہیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی؟"

"بالکل نہیں، سوائے اس کے کہ بساط کی جدول پر اقلیدسی نقشے سے بنے ہوئے ہیں جو صرف آڑے ترچھے خطوط پر مشتمل ہیں۔ عام طور پر شطرنجوں کی بساطوں پر ایسی چیزیں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ محض ڈیزائن اور خوبصورتی کیلیے بنائی گئی ہوں۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ میرا خیال بھی اس طرف گیا تھا، مگر یہ محض ڈیزائن نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس پر انگریزی حروف N اور S بھی لکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی بساط کی پشت پر جن کا مطلب سوائے شمال جنوب کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ آپ کا خیال ہے، مسٹر راڈرک؟"

"ویل، خان صاحب، آپ کا خیال ٹھیک ہی معلوم ہوتا ہے۔" مسٹر راڈرک نے بساط کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ "یہ شطرنج محض کوئی سمت معلوم کرنے کیلیے ہے۔"

"ونڈرفل، مسٹر راڈرک، بہت خواب، بالکل یہی بات ہے۔"

شطرنج کی گمشدگی نے ان کا سارا پروگرام تہس نہس کر دیا ہے۔"

Akram Allahabadi

"وہ کس طرح؟" مسٹر راڈرک نے پوچھا۔

"اسی شطرنج کے ذریعے وہ اپنی منزلِ مقصود کی سمت معلوم کرتے تھے۔ انگوری کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ اور اس کا ساتھی شطرنج کھیل نہیں رہے تھے، بلکہ وہ جہاز کو ایک خاص سمت کی طرف لے جا رہے تھے۔"

"مگر اس کیلیے تو ہمیں وہ ترتیب معلوم کرنی پڑے گی کہ جس ترتیب سے اس وقت مہرے رکھے ہوئے تھے۔"

"بالکل بالکل، اور یہ چیزیں ہمیں کون بتا سکتی ہے؟"

"کرن۔"

"کرن یہاں کہاں۔" بالے اور روف کے منہ پھٹے رہ گئے۔

"رقاصہ کو غور سے دیکھنا، تمہیں اپنی حماقت نظر آ جائے گی۔" خان صاحب نے جھلا کر کہا۔ پھر روف سے مخاطب ہو کر بولے۔ "تم نے بھی انھیں شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھا تھا، تمہیں کچھ یاد ہے مہروں کی ترتیب؟"

"نہیں، جناب، میں نے تو یونہی سرسری سی نظر ڈالی تھی، پھر وہ مجھ سے کافی فاصلے پر بھی تھے، اس لیے کچھ دھیان نہیں ہے۔"

"اسی لیے کہتا ہوں کہ آنکھیں کھلی رکھا کرو۔ تم احمقوں سے کرن ہی اچھی ہے، اس نے کم از کم اتنا تو معلوم کر لیا کہ وہ لوگ شطرنج کھیل نہیں رہے تھے۔"

خان صاحب چڑ گئے اور اپنا سگار سلگانے لگے۔ بالے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا، مگر خان صاحب کے تیور دیکھ کر چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔

"کیا آپ آٹو انجیکشن سے فارغ ہو چکے ہیں؟" خان صاحب نے راڈرک سے پوچھا۔ "جی نہیں، اس کیلیے مجھے انجیکشن لینا پڑتا ہے اور پھر کافی وقت جاتا ہے۔"

"اچھا تو پھر آپ آرام کریں، تکلیف فرمائی کا شکریہ۔"

خان صاحب کی اجازت پا کر مسٹر راڈرک اٹھے اور دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد بالے نے کہا۔

''باس۔''

''کہو۔''

''آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے،لیکن تھوڑا اور انتظار کرو۔بس اتنا سمجھ لو کہ اس مرتبہ ہم ایسی طاقت سے دوچار ہیں جو کیا کرنا چاہتی ہے،اس کا صحیح اندازہ ہمیں ابھی نہیں ہے،لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ بنی نوع انسان کو اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''کیا اس کا بارروولی کے بھوت سے کوئی تعلق ہے؟'' رؤف نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے اور نہیں بھی،ابھی تک ہمیں کوئی درمیانی کڑی نہیں مل سکی ہے۔''

''مگر اس سفر کا کیا مقصد ہے؟'' لانگ فیلو نے دریافت کیا۔

''بعض مشتبہ افراد کی نگرانی اور ان کے ذریعے اصلی مجرموں کا سراغ لگانا۔''

سپرنٹنڈنٹ خان نے کہا۔

''آپ نے انھیں مجرموں کے لفظ سے یاد کیا ہے،کیا آپ ''انھیں'' اور ان کے جرائم پر روشنی ڈالیں گے؟'' بالے نے پہلی مرتبہ سنجیدگی سے بات کی۔

''ہاں۔''انھیں'' فی الحال نامعلوم ہیں،لیکن ان میں کئی ملکوں کے دماغ کارفرما ہیں۔رہ گئے جرائم تو احمد آباد ایکسپریس کے حادثے سے لے کر ابراہیم کے اغوا تک جرائم ہی جرائم ہیں۔''

''کیا کہا ابراہیم کا اغوا؟'' بالے نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

''ہاں،اسے اغوا کر لیا گیا ہے اور آج شب اسے اسی جہاز پر پہنچایا جا رہا ہے۔''

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

فائر اور چیخ

"آپ بوت اچھا ناچتی ہیں، ان لہروں سے بھی زیادہ حسین ناچ۔" شوکت نے انگوری کے رقص کی تعریف میں شاعری فرمائی۔

"شکریہ، مگر تم تو ملاح ہو، اسی جہاز پر مجھ سے پہلے اور بھی بہت سی خوبصورت ناچنے والیاں دیکھی ہوں گی؟" انگوری نے کہر کے دھندلکے میں دور تک دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں تو ابھی تھوڑے دن سے نوکر ہوا ہوں۔"

"مگر آپ تو کسی شریف گھرانے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں، جیسے کسی ہیرو کو ملاح کے کپڑے پہنا دیے ہوں۔"

"کیا کہا، ہیرو؟ ہائے، کیا بات کہی ہے آپ نے۔ پہلی مرتبہ میری تعریف کی ہے ورنہ سب تو مجھ کو موٹا اور نجانے کیا کیا کہتے ہیں۔"

"اف، کس قدر گہرا کہر ہے کچھ نظر نہیں آتا۔"

"مگر مجھے تو تمہارا چاند سا چہرہ صاف نظر آرہا ہے۔ انگوری، تم ادھر کیا تک رہی ہو؟"

کچھ نہیں، مجھے کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔ واہمہ بھی عجیب چیز ہے۔" انگوری نے جیسے اپنے آپ سے کہا اور ریلنگ پر جھک کر نیچے جھانکنے لگی۔ اسے دو سائے سے پانی کی لہروں میں بہتے نظر آئے۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے سائے لہروں پر پڑ رہے ہیں۔ اس کا قیاس صحیح نکلا۔ دو ملاح جن میں ایک تو عبداللہ کا ساتھی اور دوسرا ریلنگ کے سہارے ہاتھ میں رسیوں کے بنڈل لیے ان کی طرف آرہے ہیں۔

"کتنا خراب موسم ہے، رقاصہ تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں، کپتان کی ہدایت پر یہاں موجود ہوں، اپنا کام کرو۔" انگوری نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اور یہ؟" ایک ملاح نے شوکت کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ بھی۔" انگوری نے مبہم سا جواب دیا۔

"تم کو یہ لوگ بہت مانتے ہیں۔"

"ہاں، آرٹسٹ کی کون قدر نہیں کرتا۔"

دونوں ملاح ایک دروازہ کھول کر نیچے اتر گئے۔ انگوری نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی، گیارہ بجنے میں سات منٹ باقی تھے۔ اب کہر اور بھی گہرا ہو گیا اور تھوڑی دور کی بھی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔

"آیئے ہم اس بتی کے قریب چلیں۔" انگوری نے تجویز پیش کی۔

"چلیے۔" شوکت نے کہا۔ دونوں چل پڑے۔ بتی کے قریب پہنچنے کیلیے انھیں رسیوں کے ایک ڈھیر کو پار کرنا پڑا۔ ابھی یہ بتی تک پہنچے بھی نہ تھے کہ زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی جیسے لنگر گراتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

"کرن دوڑ کر ریلنگ کے پاس گئی اور وہاں جاتے ہی اس کی زبردست چیخ نکلی اور وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہے؟" شوکت بھی چیخا اور دوڑتا ہوا کرن کے پاس پہنچا۔ کرن پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اس سکتہ سا ہو گیا تھا۔

"کیا ہے؟" ابھی شوکت نے دوبارہ یہ جملہ دہرایا بھی نہ تھا کہ کرن کی پشت پر ایک گھوڑے کا منہ نمودار ہوا۔ شوکت ہڑبڑا گیا۔ اسے اور کچھ نہ سوجھا، وہ کرن کا ہاتھ پکڑ کر اسے دور گھسیٹ لایا۔ اب ان کے سامنے تھوڑی دور پر بارروولی کا بھوت کھڑا ہوا تھا۔ وہ عام انسان کے

Akram Allahabadi

قد سے دوگنا تھا، لیکن سب سے عجیب بات جو تھی وہ یہ تھی کہ اس کے جسم میں حجم نہ تھا۔ کرن کے ہوش وحواس اب ٹھیک ہو چکے تھے۔ اس نے اپنے بلاؤز میں سے چھوٹا سا پستول نکالا اور پے در پے فائر کرنے شروع کردیے۔ گولیاں اس کے جسم سے پار ہوتی رہیں، مگر اس پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوا۔ اور پھر انھوں نے دیکھا وہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا جسم گویا ہوا کا بنا ہوا تھا کیونکہ اس کے سامنے جہاز کا بڑا سا لوہے کا ستون تھا، مگر وہ اس میں سے یوں گزر آیا کہ جیسے کوئی چیز ہی نہ تھی۔ اس نے پلٹ کر لوہے کے ستون کو دیکھا اور مستول پر چڑھ گیا۔ شوکت اور کرن دونوں بیہوش ہو چکے تھے۔

جب انھیں ہوش آیا تو ان کے گرد کئی مسافر اور کپتان میکا ڈو کھڑے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟ گولی کی آواز کیسی تھی؟" کپتان نے شوکت کو آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"باردولی کا بھوت۔" شوکت نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"باردولی کا بھوت؟ ہوش میں تو ہو، کیا باردولی کا بھوت؟"

"ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہاں مستول کے اوپر۔"

شوکت نے آنکھیں مچ مچا کر مستول کی طرف دیکھا، مگر وہاں کوئی بھی چیز نہ تھی۔

"کہاں ہے؟ یہاں تو کچھ بھی نہیں۔"

"شاید اندھیرے میں ڈر گئے ہیں۔"

"مگر گولی کس نے چلائی؟"

"ارے یہ دونوں بچے ہیں۔ آخر اتنی رات کو ادھر اندھیرے میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔" مسافروں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

اب کرن کو بھی ہوش آ گیا تھا۔

"ہیلو مس انگوری، آپ کی کیسی طبیعت ہے اب؟" ایک ڈاکٹر نے جو اس کے

Akram Allahabadi

قریب اس کی نبض تھامے بیٹھا تھا پوچھا۔

"اچھی ہوں۔ اف میرے خدا۔ کیسی بھیانک شکل تھی۔"

"کس کی، کیا آپ نے بھی اسے دیکھا تھا؟"

"ہاں، بالکل صاف۔ اس کا چہرہ گھوڑے کا سا تھا اور جسم انسان کا، مگر وہ کوئی جامد وجود نہ تھا، بلکہ ایک ہوا تھا، کیونکہ لوہے کے موٹے ستون میں سے بھی اس طرح گزر سکتا تھا جس طرح آپ ہوا میں سے گزر سکتے ہیں۔"

"ناممکن، آپ کو وہم ہوا ہے۔"

"پہلے میں بھی یہی سمجھی تھی، مگر یہ ملاح میرا گواہ ہے۔"

"تو کیا آپ ہی نے اس پر گولیاں چلائی تھیں؟"

"جی ہاں، کپتان، مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور مستول پر چڑھ گیا۔"

"آپ کے پاس پستول کہاں سے آیا؟" کسی نے پوچھا۔

"میرا پیشہ ہی ایسا ہے کہ مجھے ہر وقت اسے اپنے پاس اپنی حفاظت کیلیے رکھنا پڑتا ہے۔"

"خدا ہم پر اپنے عذاب نہ نازل کرے۔" لیڈی گراہام جو اپنے شب خوابی کے لباس پر جو چوغہ پہن آئی تھیں بولیں اور انگلی سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنانے لگیں۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تصادم

"کیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟" خان صاحب نے پوچھا۔

"ہاں، انھوں نے بھی، صرف میں نے ہی نہیں۔" کرن نے شوکت کی طرف اشارہ کیا۔

شوکت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ رقاصہ کو کرن کے روپ میں دیکھ کر نہ صرف حیران تھا، بلکہ شرمندہ بھی۔ کیونکہ رات کو تو اس نے اس سے، انگوری سمجھ کر، خوب عشق جھاڑا تھا، اسے کیا معلوم تھا کہ رقاصہ دراصل انٹیلی جینس کی انسپکٹر کرن ہے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، آپ کا کیا خیال ہے، مسٹر راڈرک۔" خان صاحب نے پوچھا۔

"میری عقل خود کام نہیں کر رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ایک شعبدہ ہو سکتا ہے۔"

"ہاں، مگر شعبدے باز کون ہے جس نے ایسا فورڈی 4D انسان تیار کیا۔"

"شطرنج کے سلسلے میں آپ کرن سے پوچھنے کیلیے کہہ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوا جیس مسٹر راڈرک جان بوجھ کر موضوع بدلنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"ہاں، کرن، کیا تمہیں اس روز شطرنج پر مہروں کی پوزیشن یاد ہے؟"

"کچھ کچھ۔"

"ذہن پر زور دو اور مہرے رکھو، شاید کوئی سراغ مل سکے۔" خان صاحب نے شطرنج کی بساط میز پر بچھا دی اور اس کے اوپر مہرے ڈال دیے۔

"یہ دیکھیے، بادشاہ یہاں تھا، اس پر پیدل کی شہ پڑ رہی تھی اور عبداللہ کا فرعین رُخ سے پٹ رہا تھا، رُخ یہاں پر تھا۔"

Akram Allahabadi

"اور یہ گھوڑا کہاں پر تھا؟" شوکت نے پوچھا۔

"تم چپ رہو۔" خان صاحب نے ڈانٹا۔

"میں تو جب گھوڑا دیکھتا ہوں، مجھے بارڈولی کا بھوت یاد آتا ہے۔"

خان صاحب دیر سے سر جھکائے بیٹھے تھے اور بالے ان کے سامنے میز پر انگلیوں سے "رمبا سمبا" کی تال دے رہا تھا۔ اور شوکت دل ہی دل میں، تا تا تھم تھئی، دہرا رہا تھا جو رقاصہ انگوری نے اسے بتائے تھے۔

"ہوں۔" خان صاحب یکا یک بولے۔

"ہوں۔" بالے نے دہرایا اور شوکت کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں ں ں..." شوکت نے بلا سوچے سمجھے دہرایا، مگر اس کی ہوں کافی زوردار تھی۔

"کیا ہوں؟" خان صاحب نے شوکت سے پوچھ لیا۔

"کچھ نہیں۔" شوکت بولا۔

بالے دوسری طرف منہ کر کے ہنسنے لگا۔

یکا یک دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی۔

"کھولو، لانگ فیلو ہے۔" خان صاحب بولے۔ رؤف نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

"کیا حالات ہیں؟" خان صاحب نے لانگ فیلو سے اندر آجانے پر پوچھا۔

"ہر طرف اس بھوت کا چرچا ہے۔ خود کپتان میکاڈو بھی سخت پریشان ہے۔"

"نہیں، میں بھوت کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں، تمہیں جس کام کیلئے بھیجا تھا، اس کا کیا بنا؟"

"میں نے کونا کونا چھان مارا، مگر کہیں کوئی سن گن نہیں ملی۔ عبداللہ اور اس کے ساتھی

Akram Allahabadi

کا کیبن خالی پڑا ہے۔دوسرے کیبن بھی دیکھ ڈالے۔ نیچے کچن، اسٹور روم سب کی تلاشی لے آیا ہوں۔"

"اور کپتان کا کیبن؟"

"بس جی ایک وہی رہ گیا ہے۔"

"تم سب نرے احمق ہو۔ بیٹھیے آرام کیجیے، میں خود جاؤں گا۔خان صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا میک اپ باکس لے کر کیبن کے باتھ روم میں چلے گئے۔چند منٹ بعد وہ نکلے،اب وہ جہاز کے ایک عام خلاصی معلوم ہو رہے تھے۔باہر نکلتے ہی انھوں نے خلاصیوں کی طرح تھوک کی ایک پچکاری ماری اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

"یا وحشت، اب کیا ارادہ ہے؟" بالے نے پوچھنا چاہا، لانگ فیلو نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا۔

"کیوں شامت آئی ہے،اس وقت موڈ ایک دم بگڑا ہوا ہے۔"

"مگر تمھیں کس کام کیلیے بھیجا تھا؟"

"فرمایا تھا پورے جہاز کی نصف گھنٹے میں تلاشی لے لو اور دیکھو کہ کسی آدمی کو ان لوگوں نے زبردستی تو چھپا کر نہیں رکھا ہے۔"

"کن لوگوں نے؟ کس آدمی کو؟" رؤف نے پوچھا۔

"ایسی باتیں خان صاحب نہیں بتایا کرتے،بس خود سمجھ لو ورنہ مارے گئے۔"

سراغرساں خان نے کیبن سے نکلتے ہی جہاز کے عقبی حصے کا رخ کیا، جہاں نسبتاً زیادہ اندھیرا تھا۔ابھی وہ اوپر جانے والی سیڑھیوں سے قدرے فاصلے پر ہی تھا کہ اس نے دیکھا کپتان میکارڈو عبداللہ کے ساتھ آ رہا ہے۔اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔خان صاحب ایک رسیوں کے ڈھیر کے پیچھے ہو گیا اور اپنی پشت کی طرف پلٹ کر دیکھا، وہاں کوئی شخص جو تاریکی کی وجہ سے نظر نہ آتا تھا، اسپارکنگ ٹارچ سے اشارے کر رہا تھا۔ابھی خان

معاملے کی تہہ کو پہنچ بھی نہ سکا تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے سر پر سے نکل گئی۔

"کیا مجھے انھوں نے پہچان لیا ہے؟" وہ بالکل زمین سے لگ گیا اور اپنا سر رسیوں کے ڈھیر میں دفن کر دیا۔ دو اور گولیاں رسیوں کے ڈھیر میں گھس کر ٹھنڈی ہو گئیں۔ یقیناً سائلنسر لگے ہوئے پستول سے چلائی جا رہی تھیں۔ اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا، تین چار کالے کالے سائے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لمبے لمبے جہازی چاقو ان کے ہاتھوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ خان نے اپنی کمر ٹٹولی، مگر وہاں نہ پستول تھا نہ اور کچھ۔ آج برے پھنسے خان نے سوچا۔ یہ تو مجھے یہیں قیمہ بنا کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ ضرور میرے کیبن کی نگرانی ہو رہی ہے، مگر ایک بات اور بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ابراہیم کو جہاز پر لے آیا گیا ہے اور اسی نے میری شخصیت کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ایک لمحہ بھر کے اندر خان نے سب کچھ سوچ لیا اور پھر مستعدی سے حالات کا مقابلہ کرنے کیلیے تیار ہو گیا۔

اس نے دیکھا بعض عرب ملاح ایک طرف روشنی میں کھڑے باتیں کر رہے ہیں، اب اس کے پیچھے آنے والے اور زیادہ قریب آ چکے تھے۔ دوسری طرف کپتان میکاڈو رسیوں کے ڈھیر کا نشانہ باندھ کر اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا اور وہ دونوں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ "بسم اللہ" خان نے اپنے دل میں کہا اور۔ "بھوت بھوت، ہائے مار ڈالا۔" کہتا ہوا ان عرب ملاحوں کی طرف دوڑ پڑا۔ خان کے حملہ آور اور کپتان میکاڈو خان کی اس حرکت کیلیے تیار نہ تھے، اس لیے وہ جز بز ہو کر رہ گئے۔

"کہاں ہے؟ کہاں ہے؟" عرب ملاحوں نے پوچھا۔

"اس طرف، رسیوں کے ڈھیر کے پاس۔ اف، کس قدر بھیانک تھا۔ گھوڑے کا منہ اور جسم آدمی کا، میرے خدا۔"

"ڈرو نہیں، ہمیں بتاؤ کہاں ہے؟"

"وہ ہے وہ... وہ دیکھو میری طرف آ رہا ہے، بچاؤ بچاؤ..." خان نے جان بوجھ کر

زور زور سے چیخنا شروع کردیا۔اس طرح وہ لوگوں کو جمع کرنا چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ پھر لوگ اپنے اپنے کیبنوں سے نکل آئے اور پھر وہی چہ می گوئیاں شروع ہوگئیں۔

کپتان میکاڈو اور اس کے حواری حسرت سے خان کو دیکھ رہے تھے جو عرب ملاحوں کے درمیان کھڑا اور کانپ کانپ کر بھوت کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

"جھوٹ بکتا ہے یہ، آپ لوگ جائیں اپنے کیبنوں میں، اس کا دماغ چل گیا ہے۔"

"نو ہر، میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔اس نے مجھ پر دو گولیاں بھی چلائیں، وہ تو اچھا ہوا کہ میں نے رسیوں کے ڈھیر کی آڑ لے لی، ورنہ میرا دماغ پاش پاش ہوگیا ہوتا۔یقین نہ ہو تو چل کر دیکھ لو۔"

"ہاں ہاں، چلو دیکھیں ابھی سچ جھوٹ کھل جائے گا۔" کچھ مسافر بھی ساتھ ہو لیے۔خان صاحب نے رسیوں کے ڈھیر میں سے ڈھونڈ کر جلد ہی چلے ہوئے کارتوس نکال لیے اور ایک ملاح کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"یہ لو دیکھو، کیا میں جھوٹ کہتا تھا؟ بڑا خوفناک بھوت تھا، اف۔" اب تو حاضرین کے منہ پر خوف سے ہوائیاں اڑنے لگیں اور خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔خان نے موقع غنیمت سمجھا اور ان کو اسی افراتفری میں چھوڑ کر چپکے سے نکل لیا اور سیدھا اوپر کپتان کے کیبن پر پہنچ گیا۔

اس نے دروازے سے کان لگا کر سنا، کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔پھر اس نے کیبن کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی، مگر وہ اندر سے بند تھا۔اب خان کو اور بھی تشویش ہوئی۔اس نے کیبن کا ایک چکر لگایا۔کیبن کی پشت پر ایک روشندان سا بنا تھا۔خان بندر کی پھرتی کے ساتھ ایک مستول پر چڑھ گیا اور روشندان سے اندر جھانکا، مگر اندر تاریکی تھی، اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔

Akram Allahabadi

ایک لمحے کیلیے وہ ٹھٹکا اور پھر نیچے اتر آیا اور کیبن کی چوبی دیواروں پر آہستہ آہستہ انگلی سے سگنل دینے لگا۔

"کھٹ، کھٹ کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ، کھٹ۔" تھوڑی دیر تک تو اسے کوئی جواب نہ ملا اور وہ نا امید سا ہو گیا، کیونکہ ابراہیم اندر ہوتا تو یقیناً وہ سگنل پہچان لیتا اور جواب دیتا، چاہے اس کے منہ میں کپڑا ہی کیوں نہ ٹھسا ہوتا۔ خان نے یہ سگنل تمام آدمیوں کو سکھائے ہوئے تھے۔ نا امیدی کے باوجود اس نے پانچویں مرتبہ کیبن کی دوسری دیوار پر ان سگنلوں کو دہرایا۔ پھر چپ چاپ دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ایک منٹ بعد اسے کچھ آواز آئی۔ وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اندر پیر پٹک رہا ہے۔ مگر نہیں، یہ تو سگنل کا جواب بھی ہو سکتا ہے۔

"دھم، دھم، دھم، دھم دھم۔"

خان نے پھر سگنل دیا۔ "کھٹ، کھٹ کھٹ کھٹ، کھٹ۔" مطلب تھا اپنا جواب دھراؤ۔ اور اندر سے واقعی جواب دھرایا جانے لگا۔ "دھم، دھم دھم، دھم، دھم، دھم دھم۔" (میں گرفتار ہوں، پاس والے کیبن سے اندر آ سکتے ہو)۔ یقیناً یہ ابراہیم ہی تھا۔ خان ٹٹولتا ہوا ساتھ والے کیبن میں گھس گیا، جو کپتان کے مہمانوں کیلیے مخصوص تھا۔ اس کا دروازہ بڑی آسانی سے کھل گیا اور خان ٹٹولتا ہوا کیبن کے اندر آ گیا اور دروازے کو آہستگی سے بند کر دیا۔ پھر اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اس کی روشنی میں درمیانی دروازہ ڈھونڈنے لگا۔ وہ دل میں سوچتا جاتا تھا یقیناً دشمنوں نے ابراہیم کو اوپر لانے کیلیے یہ بارڈولی کے بھوت کا چکر چلایا تھا۔ لوگ ادھر مشغول رہیں اور ابراہیم کو اوپر لے آیا گیا۔ تو کیا کپتان میکاڈو ہی اس بھوت کا شعبدہ گر ہے؟

خان کو دروازہ تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا زور دیا۔ کیبن کا دروازہ بغیر چرچراہٹ کے کھل گیا۔ خان اندر داخل ہوا اور اپنی پنسل ٹارچ کی

مدھم سی روشنی میں ابراہیم کو تلاش کرنے لگا، مگر وہاں کہیں ابراہیم کا پتہ نہ تھا۔ خان نے پھر آہستہ سے سگنل دیا۔ ''کھٹ کھٹ، کھٹ (تم کہاں ہو)؟''

جواب ملا۔ ''دھم دھم، دھم دھم دھم (کیبن کے باتھ روم میں)۔'' خان فوراً باتھ روم کی طرف مڑا، مگر عین اسی وقت باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ خان دیوار سے لگ کر دم بخود کھڑا ہو گیا۔ مگر وہ شاید کوئی ملاح یا جہازی وغیرہ تھے، کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد آواز آنی بند ہو گئی۔ خان چپکے سے اپنی جگہ سے ہلا اور باتھ روم تک پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر اپنی پنسل ٹارچ سے روشنی ڈالی اور جو نظارہ اس نے دیکھا اسے دیکھ کر اس کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ ابراہیم رسیوں سے جکڑا ہوا پڑا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، ماتھے اور منہ پر کئی جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے شاید پیروں سے سگنل کا جواب دیا تھا۔

خان کو دیکھ کر ابراہیم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خان نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کیلیے کہا اور جلدی جلدی اس کے منہ سے کپڑا نکال کر اس کی رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔

''خان صاحب، میں بہت شرمندہ ہوں، مجھے آپ کا پتہ بتانا پڑا۔'' ابراہیم نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''خاموش، پھر باتیں ہوں گی۔ میں جانتا ہوں تھرڈ ڈگری کیا ہوتا ہے۔'' خان صاحب نے شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور اسے لیے ہوئے باہر نکل آئے۔

☆☆☆☆☆☆

''اور پھر آبدوز کشتی سے مجھے اس دو موے (دو منہ والے) شخص کے ہمراہ لانچ پر سوار کرا دیا گیا۔''

ابراہیم اپنی روداد بیان کر رہا تھا۔

''چہرے پر لمبا سا زخم کا نشان اور وہ دوسرا خبطی شہنشاہ۔'' خان صاحب نے آہستہ

سے زیرِلب دہرایا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے، پھر یکا یک چونک کر پوچھا۔

"وہ دوموا شخص کونسی زبان بولتا تھا؟ کیا دورانِ سفر اس نے تم سے کوئی گفتگو کی تھی؟"

"نہیں، صرف ایک مرتبہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا تھا کہ اگر تم لانچ سے کود کر فرار ہونے کی کوشش کرو گے تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا، کیونکہ تمہاری موت یقینی ہوگی۔ اور واقعی اس کی بات سچ تھی۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"ہاں، آگے بڑھو۔"

"پھر ہم لانچ میں کوئی سات گھنٹے سفر کرتے رہے۔ زیتا اسی خبطی شخص کے ہمراہ چلی گئی تھی۔ وہ خبطی شخص اور دوموا علیحدہ ہونے سے پہلے کافی دیر تک کسی اجنبی زبان میں جو غالبًا اسپینی تھی، گفتگو کرتے رہے تھے۔"

"کیا تم اس دومونہے شخص کو دیکھو تو پہچان سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں، وہ تو اپنے زخم کے نشان کی وجہ سے لاکھوں میں پہچانا جا سکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ اس نے میک اپ کر رکھا ہو۔ خیر، پھر کیا ہوا؟ کوشش کرو کہ کوئی تفصیل رہ نہ جائے۔" خان صاحب بولے۔

"اب رات ہو چکی تھی اور وہ دوموا شخص ٹرانسمیٹر پر کسی سے سلسلہ جوڑ رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کو حکم دے رہا تھا۔ وہ پریشان نہ تھے، مگر گفتگو کرتے وقت اس کے چہرے سے غصے کے آثار نمایاں تھے۔ بات چیت کرنے کے بعد اس نے لانچ کا رخ اور سمت کر دیا۔ اور چونکہ اب رات ہو چکی تھی اور کافی تاریکی پھیل گئی تھی تو میں نے پوچھا کہ اس نے بتیاں کیوں نہیں جلائیں؟ "لانچ کا ڈائنمو خراب ہو گیا ہے۔" پھر اس نے مجھے ایک سگار پینے کیلئے دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا جہاز سامنے جا رہا ہے، مگر اس کے

Akram Allahabadi

اردگرد دھواں سا لپٹا ہوا ہے۔ ہماری لانچ جہاز ہی کی سمت جا رہی تھی مگر پھر اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں ہے، شاید سگار میں بیہوشی کی دوا ہو گی۔''

''گدھے، کیا تم کو نہیں معلوم کہ ان حالات میں بہت محتاط رہنا چاہیے، کسی کی دی ہوئی چیز استعمال نہ کرنا چاہیے، چلو آگے بڑھو۔''

''شاید پانی کی چھینٹوں اور فائرنگ کی آواز سے میری آنکھ کھلی، یا ہوش آیا تھا اور اوہ میرے خدا، میں نے ایسا بھیانک نظارہ دیکھا کہ مجھے غش آ گیا۔''

''کیا دیکھا تم نے؟'' خان نے تعجب سے پوچھا۔

''بارِدولی کا بھوت۔ وہ ایک مستول پر چڑھا ہوا تھا اور اس کا منہ گھوڑے کا تھا، وہ اتنا شفاف تھا کہ اس میں سے نظر گزر سکتی تھی۔ ایک ہیولی سا تھا، لیکن زندہ تھا اور حرکت کر رہا تھا۔'' ابراہیم اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی کافی متاثر معلوم ہوتا تھا۔ خان صاحب چونک پڑے اور پوچھا۔

''کیا کہا تم نے، اس میں سے نظر گزر سکتی تھی، جبھی اس پر گولیاں اثر نہیں کر سکیں۔''

''تو کیا آپ لوگوں کو بھی وہ نظر آیا تھا؟''

نہیں، مجھے تو نہیں، لیکن اور بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے اسے۔ چلو تم آگے بڑھو۔''

''ہاں تو میں اس بھیانک بھوت کو دیکھ کر پھر غش کھا گیا۔ جب دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو رسیوں سے جکڑا ہوا کیبن میں پایا۔ وہی دو موا شخص میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور دوسرا شاید جہاز کا کپتان تھا۔ اس کے بعد شروع شروع میں وہ مجھ سے آپ کا پتہ دریافت کرتے رہے اور کسی قسم کا جبر و تشدد نہیں کیا، لیکن بعد میں انھوں نے تھرڈ ڈگری استعمال کرنا شروع کر دی اور آپ میرے چہرے کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے انتہائی برداشت سے کام لیا، مگر جب۔۔''

Akram Allahabadi

''خاموش، کوئی آ رہا ہے۔'' خان صاحب نے ابراہیم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ابراہیم کو اندھیرے میں گھسیٹ لیا۔ اس وقت وہ دونوں جہاز کے ویئر روم میں، جہاں جہاز کا سامان وغیرہ رکھا جاتا تھا، چھپے ہوئے تھے۔

دونوں سانس روکے ہوئے کھڑے تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ تین شخص جن کے چہرے تاریکی کی وجہ سے نظر نہ آتے تھے، ٹارچ لائٹ ڈالتے ہوئے آ رہے تھے۔ یقیناً وہ ان ہی کو تلاش کر رہے تھے۔

''آخر جہاز پر سے کہاں جا سکتے ہیں، ضرور کہیں چھپے ہوئے ہیں۔'' ان میں سے ایک بولا۔

''مگر ہم نے تو چپہ چپہ چھان مارا ہے۔ پتہ نہیں سمندر نگل گیا یا آسمان۔''

''چلو یار، یہاں تو ان کے فرشتے بھی نہیں آ سکتے۔''

''ہاں ہاں، چلو، ورنہ کہیں اس بھوت سے ملاقات ہو گئی تو دم ہی فنا ہو جائے گا۔'' دوسرا بولا۔

''یار، تو نے تو اس کا نام لے کر مجھے بھی ڈرا دیا۔ چل نکل یہاں سے۔'' ان کے چلے جانے کے بعد خان اور ابراہیم بھی نکلے اور جہاز کے سائڈ کا دروازہ کھول کر باہر کی طرف آ گئے، کیونکہ خان سامنے جا کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا تم اس کٹہرے کو پکڑے ہوئے جہاز کے اس کنارے تک پہنچ سکتے ہو؟'' خان نے ابراہیم سے پوچھا۔

''کمزوری ضرور ہے، لیکن کوشش تو کرنی ہی پڑے گی۔''

''شاباش، آؤ میرے ساتھ۔'' خان نے کہا۔ اس نے ابراہیم کو آگے رکھا اور اس کا کالر ایک ہاتھ سے پکڑ لیا۔

راستہ نہایت خطرناک اور دشوار گزار تھا، صرف آدھے انچ کی کگری تھی، جو جہاز کے

Akram Allahabadi

پہلو میں ابھری ہوئی تھی، اسی پر پیر جماتے ہوئے سرکنا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ریلنگ پر پورا بوجھ سنبھالنا تھا، کیونکہ اگر پیر پر ذرا بھی زور دیا جاتا تو پھسل جانے کا خطرہ تھا۔

ایک ایک انچ سرکتے ہوئے دونوں نہایت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک جگہ پانی کے بھیگ جانے کی وجہ سے گر بڑی پھسلنی ہو گئی تھی اور اگر خان کا قوی ہاتھ اسے سنبھال نہ لیتا تو ابراہیم سمندر میں غوطے کھا رہا ہوتا۔ جوں توں کر کے یہ جہاز کے دوسرے سرے پر پہنچ گئے اور جہاز کے اندر آ گئے۔ یہاں بالکل تاریکی تھی اور کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اس طرف جہاز کا گودام تھا جہاں مسافروں کا سامان بھرا پڑا تھا۔ خان اور ابراہیم نے کچھ دیر ستا کر سانس ٹھیک کی اور گودام کی سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے اوپر پہنچ گئے، مگر اب یہ مشکل پیش آئی کہ سامنے ہی دو پہرے دار سنگینیں ہاتھ میں لیے پہرہ دیتے نظر آئے۔ دونوں کچھ دیر انتظار کرتے رہے کہ یہ لوگ ادھر ادھر ہوں تو انہیں نکلنے کا موقع ملے، مگر جب یہ دونوں دیر تک ٹس سے مس نہ ہوئے تو پھر خان نے ایک ترکیب کی۔ اس نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکال کر دوسری طرف پھینکی، جس سے آواز پیدا ہوئی اور پہریدار چونک پڑے۔ جب سے بھوت کا قصہ ہوا تھا، ذرا سی آہٹ پر لوگ چونک پڑتے تھے۔ چنانچہ پہریدار بھی لائٹ ڈالتے ہوئے اس طرح تفتیش کیلیے بڑھے جدھر سے آواز آئی تھی۔ خان اور ابراہیم کیلیے اتنا موقع کافی تھا۔ دونوں بجلی کی سی تیزی سے مستول کے پاس پہنچ گئے اور اس پر چڑھ کر اوپر والے حصے میں پہنچ گئے جہاں سے کیبن شروع ہوتے تھے۔ ابھی وہ ایک کیبن کی طرف مڑے ہی تھے کہ کسی نے پیچھے سے خان کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا۔ گرفت لحہ بہ لحہ سخت ہوتی گئی۔

"اب کہاں بچ کر جا سکتے ہو، مسٹر خان، بالآخر میں نے تم کو پکڑ ہی لیا۔" کسی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

خان نے پیچھے مڑ کر دیکھا، ابراہیم فرش پر بیہوش پڑا تھا اور کریہہ المنظر شخص جس کے چہرے کے زخم نے اس کے منہ کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا، اس کی گردن کو دبوچے کھڑا تھا۔ گو

Akram Allahabadi

یہ پتلا دبلا سا شخص تھا، مگر بلا کی طاقت تھی۔ خان کا ذہن جلدی جلدی کام کرنے لگا۔ کیونکہ گرفت کی وجہ سے اس کی سانس رک رہی تھی اور اسے معلوم تھا کہ چند منٹ میں وہ اپنے حواس کھو بیٹھے گا۔اس نے ذرا سا گھوم کر حملہ آور کے پیٹ میں اپنے گھٹنے سے ضرب لگائی۔

''اوہ..دوموا درد سے چیخا اور اس کی گرفت قدرے ڈھیلی پڑ گئی۔

خان نے دوسری ضرب اپنے سر سے اس کے منہ پر لگائی۔بے اختیار ہو کر حملہ آوار نے گردن چھوڑ دی اور اپنا منہ سہلانے لگا۔خان نے گھوم کر کنپٹی پر ایک مکہ رسید کیا اور دوموا ابراہیم کے پاس فرش پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔خان نے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا اس کے منہ پر میک اپ کی جھلی وغیرہ تو نہیں ہے۔مگر اسے پتہ چل گیا کہ یہ میک اپ نہ تھا۔اس کی اصلی صورت ہی ایسی تھی۔پھر اس نے ابراہیم کو پیٹھ پر اٹھالیا۔ابراہیم کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔شاید پستول کے کندے سے اس کے سر پر بیہوش کرنے کیلیے ضرب لگائی گئی تھی۔خان اسے اٹھائے ہوئے ایک کیبن پر آکر رکا اور سگنل دیا، فوراً دروازہ کھل گیا۔یہ راڈرک کا کیبن تھا۔

''ہاں ڈاکٹر راڈرک۔''

''یہ کون ہے؟''

''میرا آدمی ہے۔''

''کیا بہت زخمی ہے؟''

''نہیں، بہت نہیں ،سر سے خون بہہ رہا ہے اسے روکنا چاہیے۔''

''ابھی لیجیے۔'' راڈرک نے اپنا ایمرجنسی کٹ نکالا اور ابراہیم کے سر کی ڈریسنگ کردی۔

''کیا آپ کا کسی سے مقابلہ ہوا؟''

''ہاں، لمبی کہانی ہے۔کیا آپ باہر گئے تھے؟''

Akram Allahabadi

"نہیں تو، ہاں، ذرا ڈیک تک گیا تھا، بہت شور ہو رہا تھا۔"

"کیا بات تھی؟"

"کچھ بھی نہیں، کسی ملاح کو ہی بھوت نظر آیا تھا۔ اب تو بس ہر ایک کو بھوت نظر آتا ہے، جھوٹے کہیں کے۔" راڈرک کہتے کہتے رک گیا اور خان کے ملاحوں والے لباس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو گویا آپ بھی شکار کی تلاش میں نکلے تھے۔"

"نہیں اپنے آدمی کی تلاش میں، آج ہی جہاز پر لایا گیا ہے۔"

"تب تو یہ بات یقینی ہے کہ میکاڈو بھی ان کا شریک ہے۔"

"ہاں، وہ بڑا لالچی ہے۔ اسے روپیہ دو، اور جو چاہو کرالو۔"

"مگر آپ جو کہہ رہے تھے کہ بھوت والی بات غلط ہے تو وہ بات نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا آپ بھی بھوتوں پر یقین رکھتے ہیں؟"

"ہم شرقی لوگ..."

"خان، پلیز۔"

"مگر مسٹر راڈرک، اس آدمی نے بھی اس وقت اس بھوت کو دیکھا تھا جب کرن اور شوکت نے۔ اتنے آدمی جھوٹ نہیں بول سکتے۔"

"ٹھیک ہے، مگر ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک ملاح کو وہ بھوت نظر آیا، مگر جب دوسرے گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔"

"بھوت ایسے ہی ہوتے ہیں، ذرا کی ذرا میں غائب ہو جاتے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں یہ سب بکواس ہے، ملاح کو بھوت ووت کچھ نظر نہیں آیا تھا۔"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ سنا ہے اس مرتبہ تو بھوت نے اس ملاح پر گولیاں بھی چلائی تھیں اور وہ گولیاں ملاحوں کو مل گئی ہیں۔"

Akram Allahabadi

"مجھے یقین نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ حقیقت ہو، مگر یہ کس طرح ممکن ہے آپ خود سوچیے۔ ملاح کو وہم بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے پاس اتنی شہادتیں موجود ہیں پھر یقین نہ کرنے کی وجہ؟"

"کوئی وجہ تو نہیں بتا سکتا۔ دیکھیے اسے ہوش آ رہا ہے۔" راڈرک نے ابراہیم کی طرف اشارہ کیا جو آنکھیں کھول کر حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں، پانی ہو گا۔"

راڈرک نے تھرماس سے گرم کافی نکال کر دی، ابراہیم پینے لگا۔

"مسٹر راڈرک، فی الحال یہ یہیں رہے گا، کیونکہ اب دشمنوں کو ہمارا پتہ چل گیا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"اس آدمی نے تھرڈ ڈگری استعمال کر کے معلوم کر لیا ہے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا، اس طرح تو گویا اب ہمارے سارے آدمی ان کی نظر میں ہیں۔"

"ہاں، اور یہی نہیں، بلکہ وہ مارنے مرنے پر تلے ہوئے ہیں۔"

"وہ کیسے، کیا آپ پر حملہ کیا گیا تھا؟"

"ہاں، وہ گولیاں بھوت نے نہیں چلائی تھیں، بلکہ کپتان میکاڈو نے مجھ پر چلائی تھیں۔"

"تو وہ ملاح آپ ہی تھے جسے وہ بھوت نظر آیا تھا؟"

"ہاں، اس کے سوا بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ میں نے اس واقعے سے فائدہ اٹھایا۔

"دیکھیے، میں نہ کہتا تھا کہ بھوت نہیں ہو سکتا، بس اسی طرح بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور گولیاں تک ثبوت میں پیش ہو جاتی ہیں۔" راڈرک کے چہرے سے اطمینان جھلکنے لگا۔

"اچھا تو پھر اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ ہر شخص کو وہ ایک ہی صورت میں نظر آتا ہے؟"

"بہت آسان جواب ہے۔ جو حلیہ لوگ اس کا سن چکے ہیں وہی ان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ خیر چھوڑیے اس قصے کو، آپ پر حملہ کن لوگوں نے کیا تھا؟" راڈرک نے پوچھا۔

خان نے جواب میں اسے پوری تفصیل بتائی کہ وہ کس طرح دوموئے کے پھندے میں پھنس گیا تھا اور جب خان اپنی روئداد ختم کر چکا تو راڈرک اٹھا اور اپنے سوٹ کیس میں سے ایک موٹی سی کتاب نکال لایا اور اس کے ورق الٹنے لگا۔

"آپ اس میں سے کیا تلاش کر رہے ہیں؟" خان نے پوچھا۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس حلیے کے ایک آدمی کے بارے میں میں نے کبھی کچھ پڑھا تھا۔"

"کیا دوموئے کے بارے میں؟" خان بھی کتاب پر جھک پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دومُوا

ماریوزنکا موسونگا۔۔۔نام۔

۲۲ سال۔۔۔عمر۔

چھریرا بدن، متوسط قد، منہ پر چاقو کا گہرا نشان۔

سائنس گریجو یٹ، میڈرڈ یونیورسٹی، کئی زبانیں جانتا ہے۔

سیاسی قیدی، دو سال تک۔

جیل کے وارڈر کو قتل کر کے مفرور ہے۔۔۔لاپتہ۔

یہ تھا مختصر سا تعارف جو راڈرک کی کتاب 'اسپین کے مفرور مجرم' نامی کتاب میں موجود تھا۔ کتاب دس سال پرانی تھی، اس لحاظ سے اس کی عمر اب ۳۲ سال ہونی چاہیے اور ابراہیم نے جو حلیہ بتایا تھا وہ بھی اس سے مطابقت رکھتا تھا۔

"ہوسکتا ہے کہ ہمیں اس سراغ سے بڑی مدد ملے۔ میں اسی وقت امریکہ میں ایف بی آئی کو ریڈیو پیغام بھیجتا ہوں، کہ اس شخص کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے بھیجے۔"

راڈرک اپنا قیمتی ٹرانسمیٹ اٹھا لایا اور کیبن کی کھڑکی میں بیٹھ کر پیغام بھیجنے لگا۔ اتنی دیر میں خان نے نوٹ بک میں دوموئے کے بارے میں کتابی معلومات نقل کر لیں۔

عین اسی وقت خطرے کے وقت استعمال کی جانے والی بڑی بڑی کشتیوں میں سے ایک میں تین اشخاص بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔

"یہ تو بہت برا ہوا کہ شکار ہاتھ میں آ کر نکل گیا۔"

"اس کا نام سپرنٹنڈنٹ خان ہے۔"

"ہشت، ایسے بہت سے خان دیکھے ہیں۔"

Akram Allahabadi

"اور وہ اپنے آدمی کو بھی بچا کر لے گیا۔"

"میرا تو خیال ہے کہ ہم ان سب کو یہیں ختم کردیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جہاز کو ڈائنامائٹ سے اڑا دیا جائے۔"

"خاموش، میکاڈو کو بھی اس کا پتہ نہ چلے۔"

"مگر ہم لوگوں کا کیا ہوگا؟"

"جب ڈائنامائٹ پھٹے گا، ہم جہاز سے دور نکل چکے ہوں گے۔"

"اور وہ شطرنج، کیا اس کا خیال ترک کردیا ہے؟"

"لیس باس، میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارے سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"شاید کپتان میکاڈو ہمیں ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔"

"پھرنے دو خنزیر کے بچے کو، ہمیں ابھی اور اسی وقت اپنا پروگرام بنانا ہے۔"

"عبداللہ، تم بتاؤ، خان کی پارٹی میں کتنے آدمی ہیں اس جہاز پر؟"

"چار سے تو میں مل چکا ہوں، اور بھی ہوں گے۔ کل میکاڈو کو مدراس سے اطلاع ملی ہے کہ خان کے دو اسسٹنٹ بالے اور رؤف بھی جہاز پر ہیں اور وہ موٹا شوکت بھی۔"

"رقاصہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"کون، انگوری؟ اسے تو ہم نے قاہرہ کے ایک ہوٹل سے لیا تھا۔"

"آپ کی اطلاع کیلیے عرض ہے کہ وہ انٹیلیجنس کی انسپکٹر لیس کرن ہے۔"

"تب تو ضرور شطرنج اسی نے چرایا ہوگا۔"

"اور اگر شطرنج نہ ملا تو سمجھ لو کہ اس جہاز کے ساتھ تم بھی غرق ہو جاؤ گے۔ تم نے شطرنج کھو کر ایسی غلطی کی ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔" تیسرا آدمی جواب تک خاموش

Akram Allahabadi

تھا، بولا۔

"مگر مجھے کیا معلوم کہ اس میں کیا تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ شطرنج کے مہروں سے جہاز کا سمت متعین کرتا رہوں۔"

"بہت خوب، ذلیل کتے، یہ لو۔" تیسرے آدمی نے پستول نکالا اور عبداللہ پر داغ دیا۔ ڈز کی آواز ہوئی اور عبداللہ کا سر اس سینے پر جھک گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا، روزاریو؟" دوموئے نے ناراضگی ظاہر کی۔

"اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دو، کسی ایسے شخص کو زندہ نہیں رہنا چاہیے جسے اپنی ذمے داری کا احساس نہ ہو۔"

دوموئے نے عبداللہ کو اٹھایا، ادھر ادھر دیکھا کر اپنا اطمینان کیا، اور سمندر میں پھینک دیا۔

"پلاش۔" کی آواز ہوئی۔ سمندر کی سطح پھٹی اور پھر عبداللہ کی لاش کا پتہ نہ تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" دوموئے نے پوچھا۔

"کیا تم نے راڈرک کو چیک کیا؟"

"یہ ذمے داری آپ کی تھی۔"

"جہاز کی بات نہیں کر رہا ہوں، ایف بی آئی نیویارک، سمجھے۔"

"وہ رپورٹ جلد ہی پہنچ جائے گی۔"

"تو پھر ہمیں جلد از جلد شطرنج حاصل کرنا چاہیے، کسی بھی طرح۔"

"میں آج ہی کوشش کروں گا۔"

"کوشش، تمہیں کہنا چاہیے کہ شام تک شطرنج تمہارے پاس ہوگا۔"

"ایسا ہی ہوگا، باس۔ اور اس کے بعد؟"

"اس جہاز کو ڈائنامائٹ سے اڑا دیا جائے گا۔ خان اینڈ کمپنی سے ہمیشہ کیلیے نجات

Akram Allahabadi

مل جائے گی۔"

"مگر یہ بھوت کا کیا قصہ ہے؟" دوموے نے پوچھا۔

"میں خود اس پر غور کر رہا ہوں، ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔ میرے خیال میں اگر اس کی کوئی حقیقت ہے تو شعبدے کے علاوہ کچھ نہیں، کیونکہ اب تک سوائے خان کے آدمیوں کے اور کسی نے نہیں دیکھا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

فراری

"فرمایے، کیا حکم ہے؟" بالے نے جھنجلا کر کہا۔

"یار کب تک کیبن میں بند رہیں گے، یہ تو قیدِ تنہائی ہوگئی۔"

"ہاں، جاؤ ذرا انگوری ہی کو بلا لاؤ۔"

"بابا معاف کرو، اب تو کان پکڑے کہ کسی سے دل نہ لگائیں گے۔ جب بھی ایسی کوئی بات ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی لپھڑا ہو جاتا ہے، کیوں رؤف بھائی تم بھی تو نہ پہچان سکے؟"

"پہچانتے کیسے، قاہرہ میں خود ہم نے ایک ہوٹل میں اس کا رقص دیکھا تھا اور پھر جب وہ جہاز پر آئی تو پتہ چلا کہ جناب انٹیلی جنس کی انسپکٹر لیس کرن ہیں اور بالے بھائی ان کیلیے عبداللہ کے ہنر کھا رہے ہیں۔"

"ہاں یار، کل سے وہ عبداللہ نظر نہیں آ رہا؟"

"اپنی چوٹیں سینک رہا ہوگا۔"

تینوں ہنس پڑے، مگر انہیں اپنی ہنسی روکنی پڑی کیونکہ خان صاحب اور راڈرک کیبن میں داخل ہو رہے تھے۔

"بالے وہ شطرنج کہاں ہے؟ رؤف، تم باہر دیکھو اور کوئی خطرہ دیکھو تو فوراً مطلع کرنا۔" خان نے حکم دیا۔ رؤف اور شوکت اٹھ کر باہر چلے گئے۔

"آپ کے بریف کیس میں رکھ دیا تھا، چابیاں دیجیے نکال دوں۔" بالے نے کہا۔

خان صاحب نے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا اور پھر بولے۔

"چابیاں کہاں گئیں؟ ارے۔" پھر وہ بریف کیس کی طرف لپکے۔ وہ بریف کیس کھلا ہوا تھا۔

Akram Allahabadi

خان کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے جلدی سے بریف کیس کو کھنگالنا شروع کیا۔ مہرے اپنی جگہ موجود تھے اور بساط بھی، مگر یہ کیا، بساط پھٹی ہوئی تھی۔

"غضب ہو گیا، راڈرک۔"

"کیا بات ہے؟"

"یہ دیکھو۔" خان نے بساط اس کے حوالے کر دی۔ یہ دبیز گتے کی بنی ہوئی تھی، لیکن اب گتوں کے درمیان صاف نظر آ رہا تھا کہ یہاں سے کوئی چیز نکال لی گئی ہے، کیونکہ بیچ میں خلا پیدا ہو گیا تھا۔

"ضرور وہ دستاویزات اسی میں ہوں گی۔" راڈرک نے کہا۔

"مائی گاڈ، بالے تم یہاں سے کہیں سے گئے تو نہیں تھے؟"

"جی نہیں۔"

"کیبن میں ہر وقت کوئی نہ کوئی ضرور موجود تھا، کیوں ہے نا؟"

"ہاں۔"

"اور اس کے باوجود کوئی شخص آتا ہے اور اطمینان سے بساط نکال کر اس میں سے کاغذات نکالتا ہے اور کسی کو پتہ نہیں چلتا۔"

"جی ہاں، بالکل اسی طرح جس طرح بریف کیس کی چابیاں آپ کی جیب میں پڑی ہوتی ہیں کوئی انھیں نکال لیتا ہے اور آپ کو پتہ نہیں چلتا ہے۔" بالے نے فقرہ کسا۔

"بکواس نہیں چاہیے، شوکت اور رؤف کو بلاؤ۔" بالے اٹھ کر انھیں بلا لایا۔

"رات کو تم دونوں ہی کیبن میں تھے نا۔"

"جی، کیوں کیا بات ہے؟"

"میرے بریف کیس سے کسی نے شطرنج کی بساط نکالی اور اسے پھاڑ کر اس میں سے اہم کاغذات نکال لیے۔ میرے بعد کوئی آیا تو نہ تھا یہاں؟"

Akram Allahabadi

"نہیں جناب، سوائے ہم چاروں کے۔"

"یعنی؟"

"بالے، رؤف، میں اور راڈرک صاحب کے۔"

"ہاں، جب آپ نے شوکت کو بلایا تھا تو اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ تھوڑی دیر میں یہاں بیٹھ جاؤں کیونکہ آپ کا حکم تھا کہ کیبن کو کسی وقت بھی اکیلا نہ چھوڑا جائے، کسی نہ کسی کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"

"ہوں... عجیب تماشہ ہے۔" خان صاحب نے جیب میں سے سگار تلاش کرنا شروع کردیا۔ بالے نے جلدی سے سگار کا ڈبہ پیش کیا اور لائٹر سے اسے سلگا دیا۔

"ہاں، خان صاحب، وہ نیویارک سے اس دوموے کے بارے میں آج صبح مجھے رپورٹ موصول ہوگئی ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔ ہمارے اندازے کے مطابق یہ ایک اشتہاری ملزم ہے اور آج کل روزاریو کے گینگ میں کام کررہا ہے جو بین الاقوامی نقشہ جات اور دستاویزوں کا زبردست اسمگلر ہے۔"

"لو بھئی، ابھی ہم دوموے ہی سے نپٹ پائے تھے کہ یہ حضرت روزاریو ٹپک پڑے۔" شوکت بولا۔

"نام سے تو کسی گرجا کے پادری معلوم ہوتے ہیں۔" بالے نے گرہ لگائی۔

"اور کچھ؟" خان صاحب نے راڈرک سے مزید تفصیلات معلوم کرنی چاہیں۔

"ابھی تک لوگوں نے صرف اس کا نام سنا ہے، صورت نہیں دیکھی ہے۔ خود ایف بی آئی والوں کو اس کا حلیہ معلوم نہیں۔"

"تو اصل سرغنہ روزاریو ہے۔"

Akram Allahabadi

"رپورٹ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"رؤف، دیکھو کون ہے۔" دروازے پر دستک سن کر خان صاحب بولے۔

"اس لمبو کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" بالے نے لانگ فیلو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لانگ فیلو کا منہ ستا ہوا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"کیا بات ہے، کہیں تم بھی تو یہ کہنے والے نہیں ہو کہ باردولی کے بھوت نے رات کو تمہارا گلا دبایا تھا۔"

"نہیں، وہ تو بہت شریف بھوت ہے، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔" راڈرک نے کہا۔

"آپ تو ایسے وثوق سے کہہ رہے ہیں جیسے آپ کی ملاقات ہو چکی ہو اس سے۔"

"اوہو، میری بھی کوئی سنے گا؟" لانگ فیلو چڑ گیا۔

"لمبے آدمی بیوقوف ہوتے ہیں ان کی بات سن کر فائدہ۔" بالے نے کہا۔

"شٹ اپ، بڑا اہم معاملہ ہے۔"

"کیوں، کیا تمہارے دم نکل آئی ہے۔" بالے پریشان کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"پلیز، بالے، کبھی تو سیریس ہو جایا کرو۔"

"کیا بات ہے؟" بالآخر خان نے کہا۔

"ہمیں جلد از جلد یہ جہاز چھوڑ دینا چاہیے۔ ہم سب کی جان خطرے میں ہے۔"

"وہ کس طرح۔"

"جہاز کو ڈائنامائٹ سے اڑایا جانے والا ہے۔"

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟"

"خواب دیکھا ہو گا۔" بالے سے نہ رہا گیا۔

"نہیں، خواب نہیں حقیقت ہے۔" پھر لانگ فیلو نے بتایا کہ وہ کس طرح وہ دشمنوں سے ڈر کر ایک کشتی میں چھپ گیا تھا۔ دوسری کشتی میں جو قریب ہی تھی کچھ لوگ باتیں کر رہے

تھے۔ان میں سے ایک ڈائنامائٹ کے ذریعے جہاز کو اڑانے کیلئے جلد از جلد پروگرام بنانے کیلئے کہہ رہا تھا۔دوسرا کہہ رہا تھا کہ اس نے عبداللہ کو ہلاک کر کے کچھ اچھا نہیں کیا۔"

"اوہ،کون لوگ تھے وہ؟ کیا تم معلوم کر سکے؟" راڈرک نے پوچھا۔

"نہیں، دونوں ہی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں باتیں کر رہے تھے۔"

"آپس میں ایک دوسرے کو کس طرح مخاطب کر رہے تھے۔" خان صاحب نے دریافت کیا۔

"اچھی طرح تو نہیں سن سکا،مگر کچھ روماریو جیسا نام تھا۔"

"روزاریو تو نہیں؟"

"ہاں،یاد آیا، روزاریو ہی تھا۔وہی باس معلوم ہوتا تھا، کیونکہ جب دوسرا آدمی نام نہیں لیتا تھا تو اس کی جگہ باس استعمال کرتا تھا۔"

"ویری گڈ، خان صاحب اب ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔میرا تو یقین ہے کہ روزاریو اور سونگا، وہ دو موا، دونوں اسی جہاز پر موجود ہیں اور شطرنج کی بساط سے بھی انھوں نے ہی کاغذات نکالے ہیں۔"

"ہاں، اب میری سمجھ میں بھی آرہا ہے۔" بالے نے کہا۔دراصل عبداللہ پرسوں سے غائب ہے اور اس کو اسی لیے ہلاک کیا گیا ہوگا کہ اس نے شطرنج گم کر دیا تھا، ہر چند کہ اسے معلوم نہ ہوگا کہ شطرنج اور بساط میں کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے،مگر کاغذات یہاں سے گئے کیسے؟" خان نے اپنے آپ سے کہا۔

"کیسے بھی گئے ہوں،مگر اب انھیں دوبارہ حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔میرا خیال ہے کہ اب وہ لوگ فرار ہونے کی کوشش کریں گے اور جہاز کو ڈائنامائٹ سے اڑا دیں گے۔"

"ہاں، خان صاحب، جلدی کیجیے، کیا معلوم کس وقت بم پھٹ پڑے اور ہم سب اڑا اڑا دھم۔مجھے تو، بالے بھائی، وہ لائف گارڈ دے دو میں ابھی سے پہن لوں، مجھے تو تیرنا بھی

نہیں آتا۔"

"فکر نہ کرو رات سے پہلے کچھ نہیں ہوگا۔" خان نے تسلی دی۔ پھر بالے سے کہا۔

"میرا بڑا بکس کھولو، دیکھو اس میں ایک ربر بوٹ ہوگی، اسے نکال لو۔ اور، میاں لانگ فیلو تم جا کر ایک مضبوط سی مگر پتلی سی سُتلی لے کر آؤ، کسی ملاح کو دو چار روپے دو گے تو مل جائے گی، کافی لمبی ہونی چاہیے، سمجھے۔"

سب لوگ حیرت سے خان صاحب کو دیکھ رہے تھے۔ خان صاحب دن بھر اسی طرح کی تیاریاں کرتے رہے۔

شام ہوتے ہی انھوں نے لونگ فیلو کو سُتلی کا گولا دے کر بھیجا کہ وہ اسے اس کشتی کے زیریں حصے میں باندھ دے، جس میں اس نے ان لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔

شوکت اور رؤف کی ڈیوٹی کپتان میکاڈو کے کیبن پر تھی کہ وہ آنے جانے والے کا خیال رکھیں۔ کرن کو چونکہ ہال ہی میں رہنا تھا، اس لیے لانگ فیلو کے ذمے یہ کام بھی لگا دیا گیا تھا کہ اشارہ ملتے ہی وہ اسے لے کر نیچے آ جائے۔ جہاز سے کشتیوں میں سوار ہونے کیلیے ایک تختہ سا لگا تھا۔ بالے اور راڈرک کو کشتیوں سے دور رہ کر ان پر نظر رکھنے کی ڈیوٹی دی گئی تھی۔ خان صاحب نے انجن روم ہی سنبھالا تھا، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ اگر ڈائنامائٹ رکھا گیا تو انجن روم ہی میں رکھا جائے گا۔

جوں جوں شام گہری ہوتی جا رہی تھی دلوں کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ آج شام ہی سے جہاز کی بجلی فیل ہو گئی تھی، مگر کپتان میکاڈو نے جا بجا ایمرجینسی لیمپ جلوا دیے تھے۔

بلو ہال میں کرن انگوری بن کر ناچ رہی تھی، مگر اس کی آنکھیں لانگ فیلو پر بار بار پڑ جاتی تھیں، جو گلے میں مفلر باندھے بیئر کی بوتل سے شغل کر رہا تھا۔

ساڑھے ۷ بجے تک کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی، لیکن ٹھیک ۸ بجے جہاز کے

خطرے کی گھنٹی بجی اور پتہ چلا کہ جہاز کے عقبی حصے میں آگ لگ گئی ہے۔ سارے لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ کپتان میکاڈو چیخ چیخ کر آگ بجھانے کیلیے حکم دینے لگا۔

"دیکھتے کیا ہو، کتے کے پلو، آگ بجھانے والی گیس پھینکو، سب کے سب ڈوب جاؤ گے جو سستی کی۔"

نیچے انجن روم میں خان صاحب الیکٹریکل انجینئر کے روپ میں بجلی کے تاروں کی جانچ کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ بجلی ایک خاص مقصد کے تحت فیل ہوئی ہے اور جب انھیں آگ کی خبر ملی تب بھی وہ ہراساں نہیں ہوئے، کیونکہ وہ اندازہ کر چکے تھے کہ روزاریو اور دوموا فراری کیلیے اسی قسم کی کوئی حرکت کریں گے۔ بلکہ ان کا تو خیال تھا کہ آج شاید پھر بارودلی کے بھوت کا شعبدہ دہرایا جائے گا۔ چنانچہ جب انجن روم سے سارے لوگ بھاگ بھاگ کر آتشزدہ حصے کی طرف جا رہے تھے، وہ وہیں موجود رہے۔ ایک بار انھیں خیال آیا کہ کہیں ان سے غلطی تو نہیں ہوئی۔ کیا ان لوگوں نے اور کسی جگہ ڈائنا مائٹ رکھ دیا ہے، مگر سیڑھیوں پر قدموں کی آواز سن کر وہ بوائلر کے پیچھے ہو گئے۔ وہی دوموا اور اس کے ساتھ ایک اور شخص لمبے اوورکوٹ پہنے داخل ہوئے اور انجن کے درمیان سے ایک ڈھکن اٹھا کر اس میں کوئی چیز رکھ دی۔

"جلدی کرو۔" روزاریو نے کہا۔ "ابھی تمام لوگ آگ میں مصروف ہیں، نکل جانے کا اچھا موقع ہے۔"

"بس ہو گیا، ایک منٹ۔" دوسرے نے کہا اور دونوں جلدی سے چل دیے۔

خان صاحب نے جلدی سے چیتے کی طرح چھلانگ لگائی اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں انجن میں آنے والوں نے کوئی چیز چھپائی تھی۔ ڈھکن اٹھاتے ہی انھیں ٹائم بم کے ساتھ ڈائنا مائٹ کا پیکٹ مل گیا۔ انھوں نے جلدی سے دونوں کا کنکیشن علیحدہ کر دیا اور ٹائم بم سے اس کی ٹوپی اتار کر اسے ناکارہ کر دیا پھر وہ جلدی سے اوپر گئے۔ راڈرک کو انھوں نے سیڑھیوں کے

Akram Allahabadi

پاس بلا کر اشارے کیلیے کہہ دیا اور خود نیچے کی طرف بھاگے جہاں وہ تختہ تھا، جو کشتی میں سوار ہونے والوں کے کام آتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں اس جگہ کرن، ابراہیم، بالے، لانگ فیلو، راڈرک، شوکت اور رؤف جمع ہو گئے۔

"دیکھو وقت بہت کم ہے۔ کرن تم اور ابراہیم جہاز پر ہی رہو گے اور یہ لو اتھارٹی لیٹر، اس کے ذریعے سے ہم سب کا سامان اگلی بندرگاہ سے بمبئی کیلیے پیک کرا دینا اور خود بھی ابراہیم کو لے کر روانہ ہو جانا۔ اب تم دونوں اوپر چلے جاؤ۔ میں نے ابراہیم کا میک اپ کر دیا ہے، اسے کوئی نہ پہچان سکے گا، جاؤ بس دیر نہ کرو۔"

کرن اور ابراہیم ہاتھ ملا کر اوپر چل دیے تو خان صاحب نے بالے کو اس جگہ پھیرے پر کھڑا کر دیا جہاں سے راستہ اوپر سے نیچے آتا تھا اور خود جھانک کر اوپر دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کشتی آہستہ آہستہ پانی میں اترنے لگی۔

"تیار، لانگ فیلو نے رسّی باندھ دی تھی نا؟"

"ہاں، وہ لٹک رہی ہے۔ شکر ہے کہ انھوں نے اسی کشتی کا انتخاب کیا۔ لو اب وہ کشتی پانی میں لگ گئی، تمہاری ربر بوٹ تیار ہے نا؟ ٹھیک دو منٹ کے بعد اپنی ربر بوٹ میں بیٹھ جانا اور آہستہ آہستہ مشرق کی سمت چلانا۔ میں تم سے مل جاؤں گا۔" اور سب کے دیکھتے دیکھتے خان صاحب پانی میں اتر گئے اور غوطہ لگا لیا۔

"جینئس، انٹیلی جنس۔" راڈرک نے تعریف کی۔

ان لوگوں نے جلد ہی اپنی ربر بوٹ آہستگی سے پانی میں ڈالی اور اس پر سوار ہو گئے۔ گہری تاریکی کے سبب انھیں سامنے والی کشتی ایک زیادہ گہرے سیاہ داغ کی طرح نظر آتی تھی۔ یہ لوگ خان صاحب کی حسب ہدایت دھیرے دھیرے مشرق کی طرف بہہ رہے تھے۔

Akram Allahabadi

"کیا خان صاحب تنہا اس کشتی کے پیچھے گئے ہیں؟" رؤف نے پوچھا۔

"کیا کیا جائے، کبھی وہ کسی کو کچھ بتاتے ہیں۔"

"مجھے تو تشویش ہو رہی ہے۔" بالے بولا۔

"اب تو کشتی کافی دور نکل گئی ہے اور جہاز بھی پیچھے رہ گیا ہے۔"

عین اسی وقت ایک ہاتھ ایک پانیک میں بلند ہوا۔

"خان صاحب۔" راڈرک دھیرے سے چلا اٹھا۔ اور پھر سب نے پکڑ کر خان صاحب کو کشتی پر لے لیا۔ انکے منہ میں نلی کا ایک سرا تھا۔

"میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے، لیکن اس کے سوا انھیں بے خبر رکھ کران کا تعاقب کرنے کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔" خان صاحب نے کہا اور نلی کا سرا ربر بوٹ کے ہک میں پھنسا دیا۔

"اب ہماری کشتی ان کی کشتی کا خود بخود تعاقب کرے گی اور ان کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ چلے گا۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے ہم نا ٹ لینا جزیرے کے قریب ہی ہیں۔" راڈرک بولا۔

"مگر اگر راستے میں طوفان آ گیا تو یہ ربر کی کشتی ہمیں کیا بچا سکے گی؟" شوکت بولا۔

"جی ہاں اور کیا، اگر کسی وہیل مچھلی نے سینگ ہی ماردیا تو کیا ہوگا؟" بالے نے شوکت کا مذاق اڑایا۔

"تمہارے گھر میں ہوتے ہوں گے مچھلیوں کے سینگ۔"

"اور تمہارے گھر میں ان کی سونڈیں ہوتی ہوں گی، کیوں ہے نا۔"

"کبھی دریائی سفر بھی کیا ہے زندگی میں؟"

"اور آپ تو جیسے دریائی گھوڑے کی اولاد ہیں۔"

Akram Allahabadi

"بھئی، گھوڑے کا نام نہ لیا کرو، مجھے بارردولی کا بھگوت یاد آ جاتا ہے۔"

"اب خاموش ہو جاؤ، ہوا کا رخ ان کی کشتی کی طرف ہو گیا ہے۔" خان نے دونوں کو ڈانٹا۔

اتنے میں ایک زبردست موج اٹھی اور کشتی الٹتے الٹتے بچی۔ شوکت نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"ڈرو مت، لو یہ پہن لو۔" خان صاحب نے شوکت کو لائف گارڈ دیتے ہوئے کہا اور دوسروں کو بھی کہا کہ وہ بھی لائف گارڈ پہن لیں، نہ جانے کیا حادثہ پیش آئے۔

یکایک گھنٹہ بھر بعد ستلی کا وہ تناؤ ختم ہو گیا جو اس کے کھینچے لیے جا رہا تھا۔

"ہائیں، یہ کیا ہوا؟ کیا ان کو پتہ چل گیا؟" راڈرک نے پوچھا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" خان صاحب نے رات میں دیکھنے والی دوربین نکالی اور دیکھنے لگا۔

"بس کشتی نظر آتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔" پھر انھوں نے ستلی کو پکڑ کر کھینچا، ستلی سخت ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ستلی ابھی تک کشتی سے بندھی ہوئی ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، تھوڑی دیر اور انتظار کرو، پھر کشتی کو سامنے والی کشتی کی طرف کھینا شروع کرو۔"

مگر جب تھوڑی دیر بعد یہ لوگ اس کشتی تک پہنچے تو ان کے اندازے غلط نکلے۔ نہ کسی نے ان پر حملہ کیا اور نہ کسی قسم کی آواز ہی سنائی دی۔ ایک ایک کر کے سب کشتی میں کود پڑے اور اس کا چپہ چپہ چھان مارا، مگر نہ تو دو موا ہی ملا اور نہ دو زار یوہی۔

"ناممکن، وہ یہاں سے کہاں جا سکتے ہیں۔" خان صاحب نے اپنی دوربین نکالی

اور چاروں طرف دیکھنا شروع کیا اور پھر کفِ افسوس ملنے لگے۔

''کیا بات ہے؟'' بالے نے پوچھا۔

''ایک بار پھر نکل گئے دونوں۔ اب ہاتھ آنا مشکل ہے۔ وہ لوگ آبدوز میں بیٹھ کر نکل گئے ہیں۔ مگر یہ یقین ہے کہ انھیں ہمارے تعاقب کی خبر نہیں، ورنہ وہ ضرور ہمارا انتظار کرتے۔'' خان صاحب بولے اور پھر کشتی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس میں کافی طاقتور انجن لگا تھا، ذراسی کوشش سے اسٹارٹ ہو گیا اور کشتی قریبی ساحل کی طرف روانہ ہو گئی۔ سب سے زیادہ خوشی شوکت کو تھی۔ اس کا ربر کی کشتی میں خوف کے مارے برا حال تھا اور یہ تو حفاظتی کشتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سراغ

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم یہاں کیا بھاڑ جھونک رہے ہیں؟" بالے نے ایک دن خان صاحب سے کہا۔

"تمھیں کیا تکلیف ہے، ڈیوٹی سے آف ہو، آرام سے دن گزارو۔" خان صاحب اخبار دیکھتے ہوئے بولے۔

سونا پور کے ایک شاندار ہوٹل میں دونوں مسٹر راڈرک کی درخواست پر گزشتہ ایک ماہ سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ خان صاحب نے شوکت اور بالے کو بھی روک رکھا تھا۔

مسٹر راڈرک نے ایک بنگلہ آتے ہی کرائے پر لے لیا تھا اور بعد میں اس کے مالک مسٹر جان سے خرید بھی لیا تھا۔ گو وہ امریکن تھے، مگر انھیں یہ جگہ اس قدر پسند آئی تھی کہ انھوں نے بقیہ زندگی یہیں گزارنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

مگر اصل چیز لتا تھی جو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ اس کے والد نے جو یورپین تھے ایک ہندو خاتون سے شادی کی تھی۔ کیونکہ دونوں کو آرٹ سے دلچسپی تھی اور یہاں سونا پور میں جائیداد خریدی تھی جس کی کافی آمدنی تھی۔ لتا کو بھی بھائزم سے شوق تھا اور مسٹر راڈرک کو بھی، بس یہی شوق و ذوق کی یکسانیت تھی جس نے دونوں کو بہت قریب کردیا تھا۔ ادھر حضرت شوکت کہاں نچلے بیٹھنے والے تھے۔ انھوں نے سونا پور کے واحد شکار کلب کی منظوری حاصل کرلی تھی اور اسی کے ایک فنکشن میں جب ان کی ملاقات لتا سے ہوئی تو بالے نے بیرسٹر سہیل کی حیثیت سے ان کا تعارف کرایا۔ لتا کچھ زیادہ ہی ان میں دلچسپی لینے لگی اور بات کافی آگے بڑھ گئی۔

"مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم روزاریو کو یا اس دو موئے کو یہاں کس طرح

گرفتار کر سکتے ہیں، یا وہ شطرنج والے کاغذات کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟"

"بالے، دماغ نہ چاٹا کرو، کچھ نہیں کر سکتے تو جاؤ کسی لائبریری میں نام لکھا کر ایک موٹی سی ڈکشنری لے آؤ اور اسے پڑھا کرو۔"

"جی ہاں، اب تو یہی کرنا پڑے گا، شکریہ جناب بہت بہت شکریہ۔" بالے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔

"سرمت پیٹو، بھیجا اپنی جگہ سے سرک جائے گا۔"

"آپ کی بلا سے۔"

"لو یہ دیکھو، یہ اسرار کا خط آیا ہے، تمہیں ڈیسوزا بہت یاد کرتا ہے۔"

"میری بلا سے۔"

"مان جاؤ۔"

"اوں ہونہہ۔"

"اچھا تو سنو۔"

"فرمایئے۔"

"مجھے ایک ماہ کی مہلت دو، سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔"

"میری طرف سے دو ماہ کی لے لیجیے، مگر میری چھٹی کینسل کیجیے اور مجھے بمبئی جانے دیجیے۔ آہ، وہ بمبئی کی گلیاں، وہ اپولو بندر، وہ جوہو، ہائے ہائے ری میری بمبئی۔"

اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو، مسٹر راڈرک۔"

"کیا کہا، آج شام کا کھانا آپ کے یہاں کھاؤں۔ اچھی بات ہے۔ سناؤ، آج کل تھیوری پر کام ہو رہا ہے۔ ہاں ہاں، میں اٹومک سینٹر گیا تھا، ابھی ابتدائی صورت میں ہے، تھینک یو۔"

Akram Allahabadi

خان صاحب نے ٹیلی فون رکھ دیا اور بالے سے مخاطب ہو کر بولے۔

"سنو، آج تم گھومتے ہوئے اٹومک سینٹر کی طرف نکل جاؤ۔"

"اٹومک سینٹر؟" بالے کے چہرے پر حماقت برسنے لگی۔

"کیوں کیا کسی بہت عجیب وغریب چیز کا نام لے دیا ہے۔"

"مگر اٹومک سینٹر یہاں کہاں؟"

"ارے مسٹر بدھو، سونا پور اسی لیے مشہور ہے کہ یہاں بھارت سرکار نے زبردست اٹومک ریسرچ سینٹر قائم کیا ہے اور بیرونی ماہرین اس میں بھارتیوں کو تربیت دے رہے ہیں۔"

"اچھا تو میرے خیال سے حضرت راڈرک نے اپنے قیام کیلیے سونا پور کو اسی وجہ سے منتخب کیا ہے۔"

"بظاہر تو یہی وجہ نظر آتی ہے۔"

"اور بباطن؟"

"گدھے ہو، دفع ہو جاؤ۔"

بالے نے انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

خان صاحب اسے باہر جاتا دیکھ کر بولے۔ "سنو، یہ رسید لیتے جاؤ ڈاکخانے سے میرا پارسل لیتے آنا۔"

"کیا گاجر کا حلوہ منگایا ہے آپ نے، یا بمبئی کے دہی بڑے۔"

"جی نہیں، ایسی کوئی چیز نہیں ہے، کتابوں کا پارسل ہے۔"

"یہ آپ کو یکا یک مطالع کا شوق کہاں سے چرا یا ہے، وہی ہپناٹزم پر کتابیں ہوں گی۔"

"جی ہاں، آپ کو کوئی اعتراض ہے۔"

Akram Allahabadi

"بالکل نہیں، جناب، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کل سے میں بھی مسمریزم کے سبق لینے پروفیسر سامری کے ہاں جایا کروں گا، تا کہ ایک روز آپ کو بیہوش کر کے سیدھا بمبئی پہنچا دوں۔ اچھا، یہ فرمایئے آپ کی گاڑی لے جاؤں؟"

"لے جاؤ، مگر احتیاط سے چلانا یہاں سے پہاڑی راستے بڑے مخدوش ہیں۔"

"فکر نہ کیجیے بندے کی قسمت میں حادثاتی موت نہیں لکھی ہے یوں ہی کڑھ کڑھ کر جان دینا مقدر ہے۔" بالے نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ایک اور قتل

لتا کی کار تیزی سے ایک بڑے بنگلے میں داخل ہوئی۔ ملازم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور لتا بصد نازو انداز اٹھلاتی، جھومتی راڈرک کے کمرے میں پہنچ گئی۔

"اوہو، آپ آ گئیں، میں تو کچھ نا امید سا ہو چلا تھا۔" راڈرک نے مسکراتے ہوئے لتا کا خیر مقدم کیا۔

"ہاں، کچھ دیر ہو گئی، آج آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"آج، آج تو میں بالکل ٹھیک ہوں، یہ دیکھو۔" راڈرک نے اپنی وہیل چیئر (پہیوں والی کرسی) کے پہیے کو آگے گھما کر بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ آپ کل روانہ ہونے کے قابل بھی ہیں، یا نہیں۔"

"فکر نہ کرو، ڈاکٹر نے کہہ دیا ہے کل جانے میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اچھا چھوڑو بھی اب یہ باتیں، یہ بتاؤ کہ تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تھا اور جو نجکشن میں نے ٹیپ کر کے دیا تھا اس سے کوئی اثر ہوا؟"

"ہاں، اب میں اپنے آپ میں قدرے خود اعتمادی محسوس کرتی ہوں، ورنہ آپ کی جدائی کا صدمہ گو عارضی ہی سہی کس طرح برداشت کر سکتی۔ آپ کی نیشنلٹی کا کیا ہوا؟" لتا نے کچھ شرماتے ہوئے کہا۔

راڈرک جواب دینے ہی والا تھا کہ ملازم راموکافی کی ٹرے اور بسکٹ وغیرہ لے آیا۔ اس کے جانے کے بعد راڈرک نے لتا کے چہرے پر نظر ڈالی اور اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے کیا بات ہے، لتا تم تو ایک دم اداس نظر آنے لگیں۔"

Akram Allahabadi

"بات تو کچھ بھی نہیں، یوں ہی سوچ رہی تھی کہ پھر نہ جانے آپ سے کب ملاقات ہو، پورا مہینہ انتظار کرنا پڑے گا اور کیا ٹھیک کہیں، یہ انتظار ابدی ثابت نہ ہو جائے، پردیسیوں کا اعتبار ہی کیا۔"

"ارے ارے، تم تو اس قدر پریشان ہو جیسے میں ہمیشہ کیلیے جا رہا ہوں، یہ دن تو آنکھ جھپکتے ہی گزر جائیں گے۔ پھر یہاں میرے دوست مسٹر خان اور ان کے ساتھی بالے وغیرہ ہیں، تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"ہاں دن تو تھوڑے ہی سے ہیں، مگر ہماری مشرقی شاعری میں کہا گیا ہے کہ جدائی کا ایک لحہ محبت کرنے والوں کیلیے ایک صدی کے برابر ہوتا ہے۔ اور پھر آپ کا یہاں مکان خرید لینا اس بات کا ثبوت تو نہیں کہ آپ یقینی طور پر لوٹ آئیں گے۔"

"اور جو نیشنلٹی بدلوانے کی درخواست دی ہے۔ اچھا، مسٹر جان کا کیا حال ہے؟"

"حال کیا ہونا تھا، پچھتا رہے ہیں مکان بیچ کر۔ ظاہر ہے اس وقت تو ان کو کوئی خریدار مل نہیں رہا تھا۔"

"اسے لوگوں نے بہکایا ہے، قسمت ہمیشہ موقع نکل جانے کے بعد ہی مسکراتی ہے۔ میں نے بھی سنا ہے کہ اب اسے اس کی دوگنی قیمت مل رہی ہے۔"

"مسٹر جان ہیں بھی بہت لالچی، مگر اب مکان خریدنے سے انھیں کیا فائدہ ہوگا، میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"دراصل جو شخص انھیں بہکا رہا ہے، وہ اس جگہ ایک ہوٹل کھولنا چاہتا ہے۔ چونکہ اس علاقے میں کوئی اعلیٰ درجے کا ہوٹل نہیں ہے، اس لیے اتنی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے مسٹر جان کو ففٹی ففٹی، یا پارٹنرشپ کی آفر بھی دی ہے۔" راڈرک نے سمجھایا۔

لتا نے کافی کا کپ ختم کر کے رکھا اور کہا۔

"اچھا اب مجھے چلنا چاہیے، کافی وقت ہو گیا ہے۔"

"یہ لیجیے ابھی تو آٹھ ہی بجے ہیں۔"

"ممی پریشان ہوں گی، آپ جانتے ہیں۔"

"خیر، میری خاطر سہی، آج تو آپ نے پیانو بھی نہیں سنایا۔"

"پھر کبھی سہی، خود میرا دل جانے کو نہیں چاہتا، ممی بھی عجیب ہیں اب تک مجھے بچہ ہی سمجھتی ہیں۔ میں نے کئی بار سمجھایا کہ اس قدر پریشان نہ ہوا کریں، مگر آپ جانتے ہیں آج کل یہاں کے سیاسی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ مگر ویسے بھی وہ بہت جلد پریشان ہو جاتی ہیں۔ خیر آج تو میری آنٹی آنے والی تھیں وہ اس میں مصروف ہوں گی اور میرا خیال نہ آئے گا۔ آیے میں آپ کو پیانو سنا ہی دوں۔"

"ہاں، جب تک کھانا بھی تیار ہو جائے گا۔"

"دیکھیے پھر آپ نے تکلف شروع کر دیا۔"

"تکلف کی کیا بات ہے، کل تو میں جا ہی رہا ہوں۔" راڈرک نے التجا کی۔ لتا کو مروت آ گئی۔ دونوں اس کمرے میں آئے جہاں پیانو رکھا ہوا تھا۔ لتا نے فرانسیسی نغمہ چھیڑا اور راڈرک اس کے قریب ہو بیٹھا۔ دوسری طرف لتا کے بنگلے پر اس کی ماں اور آنٹی باتیں کر رہی تھیں۔

"بہن، آٹھ بج گئے اور لتا اب تک نہیں آئی۔ آپ نے اسے بہت آزادی دے رکھی ہے۔"

"وہ مسٹر راڈرک سے ملنے گئی ہے، بلکہ یوں کہو کہ اسے الوداع کہنے گئی ہے۔ کل وہ دہلی کیلیے روانہ ہو رہا ہے نا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر آپ جانتی ہیں کہ مسٹر راڈرک ایک پراسرار شخص ہے، پھر ہمارے لیے بالکل اجنبی۔ اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں۔ بعض لوگ تو اسے سی آئی ڈی کا آدمی بتاتے ہیں اور بعض اسے جادوگر۔ اس روز ہمارا پرانا نوکر رامو ملا تھا، آج

کل وہ راڈرک کے پاس کام کر رہا ہے، کہتا تھا کہ وہ گھنٹوں کمرے میں بند ہو کر نہ جانے کیا کرتا رہتا ہے۔ میرے خیال میں تو لتا کا ایسے آدمی کے ساتھ میل جول ٹھیک نہیں۔ مانا کہ وہ لندن کیا یورپ گھوم کر آتی ہے، مگر پھر بھی نا سمجھ لڑکی ہے۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں خود اس دوستی کو ناپسند کرتی ہوں، مگر لتا کو تم جانتی ہو۔ جب ان صاحب نے برابر والا بنگلہ خریدا تو لتا کی اس سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی۔ ابھی برف پڑنی شروع نہ ہوئی تھی اس وقت کی بات ہے۔ پھر یہ ملاقاتیں بڑھتی گئیں، کیونکہ لتا کو بھی سائیکلوجی اور ہپناٹزم سے دلچسپی ہے اور مسٹر راڈرک لتا کے بقول اس کے ماہر ہیں۔ ایک مرتبہ جب لتا اور مسٹر راڈرک پہاڑی پر سیر کر رہے تھے تو اچانک لتا کا پیر پھسل گیا، راڈرک نے لپک کر اسے موت کے منہ سے کھینچ لیا۔ لتا تو بچ گئی، مگر خود راڈرک نہ سنبھل سکا اور نیچے کھڈ میں گر پڑا جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بس اسی دن سے لتا کا اس کے یہاں زیادہ آنا جانا ہوگیا ہے۔ شاید وہ خود کو اس حادثے کا ذمے دار سمجھتی ہے اور اسی لیے روزانہ اس کی مزاج پرسی کو جاتی ہے۔ ویسے جہاں تک میرا خیال ہے راڈرک اتنا برا نہیں جتنا کہ لوگ اسے کہتے ہیں۔''

''خیر کچھ بھی ہو، تمہیں سمجھانا میرا فرض تھا۔'' آنٹی نے کہا۔

''اب کل تو وہ چلا ہی جائے گا اور پھر خدا جانے کب آئے، ویسے مشورے کا شکریہ میں خیال رکھوں گی۔ اب تم اٹھ کہاں رہی ہو، کھانا کھا کر جانا۔'' لتا کی ماں نے کہا، مگر آنٹی نے معذرت چاہی اور چلی گئی۔

ان کے جانے کے بعد لتا کی ماں پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی۔ ویسے وہ جانتی تھی کہ لتا کافی سمجھدار ہے اور اس کا بہک جانا قطعی ناممکن۔ مگر پھر بھی ماں ماں ہوتی ہے۔ اس کی پریشانی لحہ بہ لحہ بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اس نے ملازموں کو چھٹی دے دی اور اپنے کمرے میں بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا اور کھڑکی میں سے مسٹر راڈرک کے بنگلے کی طرف دیکھنے لگی جو قریب ہی تین ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ اسی ادھیڑ بن میں کافی وقت

گزر گیا اور جب گھڑی نے گیارہ بجائے تو وہ ایک دم چونک پڑی اور اس کے قدم بے اختیار صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ دروازہ کھول کر لتا کی ماں نے کچھ دیر ادھر ادھر دیکھا، مگر تاریکی میں اسے کچھ نظر نہ آسکا۔ پھر دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی باہر نکل آئی اور راڈرک کے بنگلے کی طرف نظریں جمادیں۔ فضا ر ایک مہیب خاموشی طاری تھی، ہر چیز پر سکوت طاری تھا۔ سامنے والی کوٹھی کے عقبی حصے میں روشنی چمک رہی تھی اور بقیہ تمام بنگلا تاریک تھا۔ کیا راڈرک اور لتا بنگلے میں ہیں، یا باہر گئے ہوئے ہیں، اس نے دل میں سوچا۔ پھر کچھ دیر توقف کرنے کے بعد وہ اس نے گیراج کی طرف چل پڑی، مگر گیراج کا دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کار موجود نہ تھی۔ اسے ایک جھرجھری سی آئی۔ سردی اب کافی بڑھ چکی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ برف عنقریب گرنی شروع ہو جائے گی۔ اس کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ دل زور زور سے دھڑک کر کسی آنے والے خطرے کا اعلان کر رہا تھا، مگر وہ اس کی نوعیت سے بے خبر تھی۔ ایک دفعہ اس نے سوچا کہ راڈرک کو فون کر کے معلوم کرے، پھر لتا کی خفگی کا خیال کر کے واپس لوٹ آئی۔ ہر معمولی سی آواز پر وہ چونک پڑتی اور ادھر ادھر خوفزدہ نگاہوں سے دیکھنے لگتی۔ اپنی تمام تر قوتِ باصرہ اور سامعہ کو مجتمع کیے وہ راڈرک کے بنگلے سے ہر آنے والی شے اور آواز کو سننے کیلیے مجسمِ انتظار بنی کھڑی تھی کہ یکایک اس نے ایک لخراش چیخ کی آواز سنی۔ ایک ایسی چیخ جس میں حیرت اور خوف کے ملے جلے اثرات تھے۔ یہ ایک نسوانی چیخ تھی جو راڈرک کے بنگلے سے نکلی تھی۔ لتا کی ماں کیلیے اب ایک لحہ بھی ٹھہرنا مشکل تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا دوشالہ اٹھایا، کیونکہ باہر برفباری شروع ہو چکی تھی اور ایک دم دوڑتی ہوئی بنگلے تک جا پہنچی۔ دروازے پر رک کر اس نے اپنی سانس ٹھیک کی اور آہٹ سننے کی کوشش کی، مگر ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس نے آہستگی سے دوشالہ اتارا اور اسے جھٹک کر برف صاف کی، کیونکہ اس دوران برف گرنی شروع ہو چکی تھی۔ پھر اس نے پوری قوت سے گھنٹی بجائی۔ متواتر ۳ منٹ تک وہ بار بار گھنٹی بجاتی رہی اور دل میں سوچتی رہی آخر نوکر کہاں مر گئے ہیں۔ جب دیر تک کوئی نہ آیا تو تیز

تیز قدم اٹھاتی کوٹھی کے عقبی حصے کی جانب چل پڑی جہاں سے روشنی نکل رہی تھی۔ یہ کھانا کھانے کا کمرہ تھا جہاں بتی جل رہی تھی۔ لتا کی ماں نے کھڑکی میں سے جھانکا۔ لتا کا کہیں پتہ نہ تھا البتہ راڈرک اپنی وہیل چیئر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر لتا کہاں گئی اور راڈرک نے اتنی دیر تک گھنٹی بجانے کے باوجود دروازہ کیوں نہیں کھولا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر آخر اس نے دروازے کو دھکا دیا، دروازہ آسانی سے کھل گیا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

"مسٹر راڈرک۔" اس نے آواز دی، مگر راڈرک نے سر نہ اٹھایا۔ اس نے قدم آگے بڑھایا، مگر پھر وہ جہاں تھی وہیں تصویر بن کر کھڑی رہ گئی۔ اس کا جسم بری طرح کانپنے لگا۔ اس نے پاس پڑی ہوئی کرسی کا سہارا لے لیا۔ اس نے جی کڑا کر کے پھر ایک بار راڈرک کی طرف دیکھا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ اپنی وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا تھا اور بظاہر کوئی تشویشناک بات نہ تھی، مگر اس کی ایک طرف ڈھلکی ہوئی گردن اس کی غیر معمولی خاموشی کی غمازی کر رہی تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھتی رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ کرسی پر راڈرک نہیں، بلکہ اس کی لاش ہے تو اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے کے فرش پر شیشے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ راڈرک کی وہیل چیئر کے قریب زمانہ قدیم کا ایک نہایت خوبصورت سا آئینہ پڑا تھا، جو نیم شکستہ تھا۔ کرسی کے سامنے میز پر دو گلاس رکھے تھے۔ ایک کے کناروں پر لپ اسٹک کے گہرے نشانات تھے جو لتا کے آنے کا مکمل ثبوت تھے۔ لتا کی ماں یہ سوچے بنا نہ رہ سکی کہ شاید لتا نے راڈرک کو قتل کر دیا ہے۔ اگر اس نے خون کر دیا ہے تو کیوں؟ طرح طرح کے خیالات اس کے دماغ میں کلبلانے لگے۔ اس نے سوچا ممکن ہے لوگوں نے لتا کو یہاں آتے دیکھا ہو اور گیارہ بجے تک ملازم وغیرہ نے اس کی موجودگی کو محسوس کیا ہو۔ کیونکہ چیخ گیارہ بجنے کے بعد ہی سنائی تھی۔ اب تو اسے پورا یقین ہو گیا کہ وہ چیخ لتا ہی کی تھی۔ ضرور لتا نے راڈرک کی دست درازیوں کو روکنے اور اپنی آبرو کی حفاظت کے تحت اس کا خون کر ڈالا

Akram Allahabadi

ہے۔مگر وکمبخت ہے کہاں؟ پھر یکایک کسی خیال کے آنے پر اس نے سوچا کہ سب سے پہلے راڈرک کے گھر سے تمام ایسے ثبوت جو اس کی بیٹی کی موجودگی کی غمازی کرتے ہوں، زائل کردینے چاہئیں۔چنانچہ وہ خاموشی سے تمام کمرے میں ایسے نشانات تلاش کرنے لگی۔ایک جگہ فرش پر اسے لتا کا پاوڈر بکس بھی ملا۔وہ اپنی اصلی حالت میں تھا،صرف گرنے کی وجہ سے اس کے اوپر لگے ہوئے آئینے میں بال پڑ چکا تھا۔اس نے اسے اٹھا کر فوراً اپنے دستانے میں چھپالیا۔پھر وہ گلاس کی طرف بڑھی اور اس گلاس کو جس پر لپ اسٹک کے نشانات تھے،اچھی طرح بیسن میں دھویا اور اطمینان کر کے الماری میں رکھ دیا۔اور جب پوری طرح اطمینان کرلیا کہ اب کوئی ایسی چیز نہیں رہ گئی،جس سے اس کی یا اس کی بیٹی کی موجودگی کا ثبوت مل سکے،تو وہ جس طرح آئی تھی،اسی طرح باہر آ گئی اور تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی اپنے مکان کی طرف چل پڑی۔راستے میں ہزاروں وسوسوں نے اسے گھیر لیا۔مستقبل کی فکر،لتا کی فکر۔اب کیا ہوگا؟ کیا لتا کو پھانسی ہوجائے گی؟ کیا پولیس والے اس کا سراغ نکال لیں گے؟ ہزاروں قسم کے خیالات تھے،جو اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مسٹر جان

مسٹر جان نیند سے یک بیک چونک پڑا، مگر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیسے جاگا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ کسی آواز، یا کھٹکے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی تھی، مگر وہ کروٹیں بدلتا رہا اور پھر اس پر غنودگی چھانے لگی اور اس کی آنکھیں بند ہونے ہی والی تھیں کہ اس مرتبہ وہ پھر اچھل پڑا۔ اس مرتبہ اس نے ایک عجیب وغریب نسوانی چیخ سنی تھی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے جلدی سے اپنے سلیپر پہنے اور اپنی بیوی کی مسہری کے پاس کھڑے ہو کر اسے اٹھانے لگا۔

"اٹھو، اگاتھا۔ اگاتھا، اٹھو دیکھو تو اپنے پڑوسی مسٹر راڈرک کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔"

مگر اگاتھا ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ جب وہ جھنجوڑنے لگا تو بولی۔ "ارے ڈارلنگ، چھوڑو ہم کو سونے دو۔ اس کا گھر میں تو روز ہی کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں، مین، تم اٹھو تو، دیکھو ابھی ہم ایسا آواز سنا جیسا کوئی کانچ کو توڑ ڈالا۔ پھر ایک گولی چلنے کا آواز آیا اور ابھی ہم ایک لیڈی کا چیخ سنا، کیا بات ہے؟" جان نے کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، جہاں سے راڈرک کا بنگلہ صاف دکھائی دیتا تھا۔

"ابی ہم نئیں اٹھیگا، تم جا کر دیکھو، کیا ہے، ہم کو نیند آتا ہے، ہم کو ڈسٹرب مت کرو۔" اگاتھا نے پھر کروٹ لے لی۔

"اچھا ہم بتی جلا کر دیکھتا ہے۔" مسٹر جان نے کمرے کی بتی جلائی اور دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کھانے کے کمرے میں روشنی ہو رہی ہے، مگر کوئی آدمی نظر نہیں آتا، ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، مگر جان اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہ تھا۔ وہ الماری کی دراز سے اپنی دوربین نکال لیا جو اس نے ریس کیلیے خرید رکھی تھی اور پھر راڈرک کے بنگلے کو دیکھنے لگا۔ اسے

Akram Allahabadi

کانچ کی کھڑکیوں کے قریب ایک عورت نظر آئی۔ جان نے چیخ کر اپنی بیوی کو کہا۔

"ارے اگاتھا، دیکھو تو ہم کو تو لتا کی ماں کے مافق معلوم ہوتا ہے، پن یہ ادھر کو کیا کرتا ہے، ابھی تو ۱۲ بج گیا ہے۔"

اگاتھا یہ سن کر ایک دم اٹھ بیٹھی۔ اس کی نیند وبند سب غائب ہو چکی تھی۔ وہ دوڑ کر اپنے شوہر کے پاس پہنچی اور اس کے ہاتھ سے دوربین چھین کر دیکھنے لگی، پھر کہا۔

"ارے ابی، جب ہم سونے کیلیے گیا تو ہم نے لتا کو مسٹر راڈرک کے پاس بیٹھا دیکھا تھا، معلوم ہوتا تھا دونوں کھانا کھاتا تھا۔ تھوڑے دنوں سے لتا اس کے پاس روز جاتا تھا، مگر کیا یہ بڈھی بھی راڈرک کے ساتھ لو (love) کرتا ہے۔ ٹھیرو ہم کو ذرا دیکھنے دو۔ ہاں ہاں، یہ تو لتا کا ماں ہی ہے، تم برابر بولا۔ مگر یہ ایسا چور کا مافق اس کے کمرے میں کیا کرتا ہے۔ مگر مسٹر راڈرک کدھر ہے، کچھ بات ضرور ہے۔ ارے دیکھو، وہ باہر جاتا ہم سمجھتا ہے۔ ٹھیک وہ باہر آ کر سب با جو دیکھتا ہے جیسا ایک دم ڈرتا ہے۔ جون، تم کپڑا پہن کر چلو تھوڑا، معلوم کرو کیا بات ہے۔" اگاتھا دوربین ہٹا کر بولی۔ مسٹر جان نے جلدی جلدی کپڑے پہنے اور مسٹر راڈرک کے بنگلے کی طرف چل پڑا۔ اگاتھا اس کی واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر لتا کی ماں اس قدر رات کو راڈرک کے یہاں کیوں گئی تھی۔ راڈرک یہاں ویسے ہی دل پھینک مشہور تھا۔ جان جلد ہی واپس آ گیا اور اس کے آتے ہی اگاتھا نے سوالوں کی بوچھار کر دی۔

"کیا ہوا، جان، تم بہت گھبرایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، اگاتھا، گھبرانے کا بات ہے۔ مسٹر راڈرک کو کسی نے خون کر دیا ہے۔ کسی نے اس کو گولی مار دیا ہے۔ ہم نیند میں گولی چلنے کی آواز سنا تھا۔"

"مائی گاڈ، یہ کیسا ہوا، باپ رے، کس نے اس کو مارا ہوگا۔ ہم سمجھتا ہے یہ لتا کی ممی کا کام ہے۔ جب اس کو معلوم ہو گیا کہ راڈرک لتا کو لو کرتا ہے تو بڈی اس کو مار دیا۔ کیا جمانا آیا

ہے، جان۔'' اگاتھا بولی۔

''اچھا اچھا، ابھی تھوڑا تم اپنی جیب (زبان) کو بند رکھو، وہ لوگ ہمارا بوت اچھا پڑوسی ہے۔ عزت والا ہے۔ خالی پیلی ان کو پھنسانے کا نہیں ہے۔ ہم کو ان کا واسطے افسوس ہوتا ہے، بیچارہ لوگ۔ یہ راڈرک بہت حرامی تھا، اس کو ایسا ہونے کو مانگتا ہے۔''

''ہم نے تم کو پہلا ہی بول دیا، جان، یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ اس کو بنگلہ مت بیچو۔ پن تم گدھر سنتا ہے۔ تم کھالی پیلی بھی اس کا پیچھے لگا تھا۔ وہ بیچارہ، وہ بیچارہ، وہ دن میں ہم کو کتنا بڑا بڑا گلاب کا پھول بھیج دیا تھا اور کرسمس کی رات کو کتنا بہت آئسکریم بھی بھیجا تھا۔ بیچارہ مر گیا۔'' میڈم اگاتھا کی خاصیت تھی کہ وہ ایک ہی سانس میں تعریف بھی اور مخالفت بھی کیا کرتی تھیں۔

''چھوڑو، مر گیا تو مر گیا، پن تم کیوں اس کا پھول لیا تھا۔ جانتا ہے اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔''

''کیوں نہیں لیتا، وہ ہمارا پہلے کرایہ دار تھا۔ مطلب کیا ہونے کا تھا، کیا وہ ہم سے لو کرتا تھا۔'' اگاتھا بگڑ گئی۔

''اچھا اچھا، جھگڑا چھوڑو، صبح کو پولیس آجائے گا تم کچھ بولو مت کیا کیا دیکھا، ابھی ہم صبح کو جلدی جائے گا اور دیکھے گا کیا کرنے کو سکتا ہے۔ تھوڑا لتا کے گھر جا کر اس کی ممی کو بھی دیکھنے کو مانگتا۔''

''ہم کو کیا جرورت ہے جو ہم پولیس کو بولے گا۔ کسم سے تم کبھی کبھی ایسا بات کرتا ہے کہ گدھے کو بھی بخار آجائے۔ ابی ہم کو کیا ہے جو ہم بولے گا۔ تم کو بھی بہت کیئرفل (محتاط) رہنے کو مانگتا، پیچھے کوئی لپھڑا کھڑا ہو جائے۔'' میڈم اگاتھا نے کہا اور اپنی مسہری پر جا لیٹیں۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

اطلاع

"آپ نے کچھ سنا؟"

"ہاں، میں نے سنا ہے کہ پہاڑی کے اس طرف لوگوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کا منہ گھوڑے کا ہے، یعنی باردولی کے بھوت کو۔"

"اوہ، آپ پرانی بات کر رہے ہیں، یہ تو میں بھی سن چکا ہوں اور ان چرواہوں سے بھی مل چکا ہوں جنہوں نے اس کو دیکھا تھا۔" بالے بولا۔

"صاحبزادے ذرا تمیز سے بات کرنا سیکھو، مجھے تمہارا یہ لہجہ بالکل پسند نہیں ہے۔" خان صاحب نے اپنا چشمہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری، باس، میں تو آپ کو شوکت کی حرکتوں کی رپورٹ دے رہا تھا"

"کوئی نئی بات۔"

"جی ہاں، آپ مس لتا سے عشق فرما رہے ہیں، آپ کے دوست مسٹر راڈرک برا تو نہ مانیں گے۔"

"کیا واقعی۔"

"جی ہاں، پرسوں آپ منگنی کی انگوٹھی بھی پہنا آئے ہیں، سول میرج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"کیا پھر کوئی فساد کرانے کا ارادہ ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ اب ہم یہاں سے چل دیں، اب تو بمبئی کی جدائی شاق گزرنے لگی ہے۔"

"بالے، تمہیں معلوم ہے میں بلا وجہ وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔

Akram Allahabadi

سارے معاملات حل ہو چکے ہیں، لیکن بارروولی کا بھوت ابھی تک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور پھر راڈرک..." خان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے۔ پھر دراز سے ایک لفافہ نکالا اور بالے کو دیا۔ بالے جب پڑھ چکا تو بولے۔

"تم نے دیکھا مسٹر راڈرک نے یہاں بنگلہ خرید لیا ہے اور اپنی نیشنلٹی تبدیل کرنے کیلئے درخواست دی ہوئی ہے۔ اس میں دو باتیں غور طلب ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"تم بتاؤ؟"

"یہی کہ وہ امریکن ہوتے ہوئے ہندوستانی قومیت کیوں اختیار کرنا چاہتا ہے، مگر اس جواب تو بہت آسان ہے۔"

"کیا بھلا؟"

"حضرت عشق، وہ لتا سے شادی کرنے پر تلا ہوا ہے۔"

"مگر اس نے یہ ہم سے کیوں چھپایا تم جانتے ہو وہ کون ہے؟"

"آپ نے کبھی بتانے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔"

"امریکن اناٹمک ریسرچ آرگنائزیشن کا جوائنٹ سکریٹری اور ہپناٹسٹ ایسوسی ایشن کا صدر۔"

"مگر متوالی آنکھوں کے سامنے میاں خان کا سارا ہپناٹزم رکھا رہ گیا۔"

"اس میں بھی کچھ اسرار ہے۔"

"اور اسے حل کرنا اپنے بس کا روگ نہیں۔"

"بڑے عجیب واقعات ہیں۔"

"صرف عجیب ہی نہیں، عجیب وغریب۔"

"ہاں، وہ بارروولی کے بھوت کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس پر تو کوئی اثر نہیں

Akram Allahabadi

کرتی۔"

"تم اپنی زبان بند رکھو تو الجھن دور کردوں۔"

"آپ میری عزت افزائی کر رہے ہیں۔"

"تو سنو۔"

"ارشاد۔"

"بارروولی کا بھوت جب پہلی مرتبہ نظر آیا تو مسٹر راڈرک کہاں تھے؟"

"شاید احمد آباد میں۔"

"اور دوسری مرتبہ؟"

"جہازی بندرگاہ پر۔"

"اور تیسری مرتبہ؟"

"یہاں سوناپور میں۔"

"کوئی تعلق نظر آتا ہے، یا محض اتفاق۔"

"تو کیا...؟ مگر نہیں، وہ تو آپ کا شروع سے ساتھ دے رہے ہیں۔"

"ہاں، مگر انسان صرف دوستوں سے دھکا کھاتا ہے، دشمنوں سے نہیں۔"

"پھر بھی مجھے یقین نہیں آتا، اور اگر فرض کیجیے تعلق ہو بھی تو کیا، کیا کوئی شخص ہپناٹزم سے بھوت پیدا کر سکتا ہے؟"

"نہیں، اس ایک ماہ میں میں نے سوائے ہپناٹزم کی کتابوں کے اور کوئی مطالعہ نہیں کیا ہے۔"

"کس نتیجے پر پہنچے ہیں آپ؟"

"بہت ہی پراسرار شخص ہے، گزشتہ دو ہفتے سے نگرانی کے باوجود کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی، چنانچہ پرسوں ہی سے نگرانی ترک کر دی گئی، پھر بھی بارروولی کے بھوت سے

Akram Allahabadi

اس کے تعلق کو یکسر اتفاق نہیں کہا جا سکتا، اس کا مجھے یقین ہے۔"

"مصیبت تو یہی ہے کہ باردولی کا بھوت نہ مجھے کبھی نظر آیا اور نہ آپ کو، ورنہ ہم کوئی نتیجہ نکال سکتے۔ کیا لوگوں نے جو علومات بہم پہنچائی ہیں وہ کافی نہیں ہیں؟"

"ان پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ آدمی جو سنتا ہے، ذہن میں ویسا ہی نقشہ بن جاتا ہے اور واہمہ اس نقشے کو پیش کرتا ہے۔"

"پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ باردولی کے بھوت سے کسی کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچتا، اس لیے ہم اسے بے ضرر قرار دے کر کل بمبئی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں، تمہارا کہنا ٹھیک ہے، مگر میں راڈرک کی غیر حاضری میں ان کے بنگلے کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔ وہ آج دوپہر دہلی کیلیے روانہ ہو رہا ہے۔"

"اچھا۔" بالے نے تعجب سے پوچھا۔ "شاید نیشنلٹی کے سلسلے میں جا رہا ہو گا۔"

"ہاں۔" خان صاحب بولے۔ اور پھر دروازے کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔

شوکت نہایت سراسیمہ حالت میں وہاں کھڑا تھا اور پھٹی پھٹی نظروں سے خان صاحب کو دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا، کیا شکار روکا رہا تھ نہیں آیا؟"

"نہیں جی، شکار کو گیا ہی نہیں، آپ نے کچھ سنا نہیں؟"

"ہاں سنا ہے بار دوی کا بھوت۔"

"نہیں، راڈرک کو کسی نے کل رات قتل کر دیا ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟ راڈرک کو قتل کر دیا؟"

"ہاں، راڈرک کو قتل کر دیا گیا ہے۔ میں پولیس اسٹیشن سے سن کر آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں سے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"بالے، غضب ہو گیا۔" خان صاحب کے چہرے پر پہلی مرتبہ پریشانی کی سلوٹیں

Akram Allahabadi

ابھر آئیں۔وہ اٹھے اور ٹیلی فون پر پولیس اسٹیشن کا نمبر ملانے لگے۔

"ہیلو، خان اسپیکنگ ہیئر۔"

"ہیلو، انچارج، ہاں اسی کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔"

"کیا کہا، گولی سے قتل ہوا ہے، ۳۸۔ کے پستول سے، کب؟ ۱۱ بجے کے قریب۔ برف باری سے پہلے یا بعد۔ نشانات کس قسم کے... اوہ... اچھا ٹھہرو، میں خود معلوم کرلوں گا، تھینک یو۔" خان نے ریسور کریڈل میں ڈال دیا اور کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لفظ کہے بغیر باہر نکل گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

زبردستی کا گواہ

راڈرک کے بنگلے سے واپسی پر لتا کی ماں کی عجیب حالت تھی ۔وہ سوچ رہی تھی کہ شاید لتا کہیں بھاگ گئی ہے،اس وقت وہ کہاں ہوگی ۔اس پر کیا گزر رہی ہوگی ۔اسے چاہیے تھا کہ وہ گھر لوٹ آتی ۔آخر میں اس کی ماں ہوں،اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر بھی میں اس کی حفاظت کرتی اور اسے ہر خطرے سے بچالیتی ۔پھر اسے لتا کی آنٹی کی باتیں یاد آنے لگیں ۔واقعی ان تمام باتوں کی ذمے داری مجھی پر عائد ہوتی ہے ۔نہ میں لتا کو اس قدر آزادی دیتی اور نہ آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا ۔پھر وہ سوچتی کہ کیا میں اتنی آسانی سے لتا کو راڈرک سے ملنے جانے سے روک سکتی تھی ۔اس وقت وہ قدم کہیں رکھتی تھی،اور پڑتا کہیں تھا،الغرض وہ اضطراب اور پریشانی کی حالت میں جب وہ ان جھاڑیوں کے پاس پہنچی جو اس کے مکان اور راڈرک کے بنگلے کے درمیان دور تک پھیلی ہوئی تھیں تو اس کے قدم یک بیک رک گئے ۔اس نے دیکھا لتا کی کار کھڑی ہے،مگر لتا کا کہیں پتہ نہیں ہے ۔لتا کی ماں موٹر کے پاس کچھ دیر رکی،اس کے بعد وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑی ۔صدر دروازے سے داخل ہو کر وہ سیدھی لتا کے کمرے میں گئی، مگر جب اس نے لتا کو بے خبر سوتے پایا تو وہ الٹے پاؤں اپنے کمرے میں لوٹ آئی ۔اب وہ سوچنے لگی کہ صبح ہوتے ہی پولیس آجائے گی،لیکن اس سے پہلے وہ لتا کو کہیں اور روپوش کردینا چاہتی تھی ۔اس نے چاہا کہ وہ کچھ دیر آرام کر لے،مگر وہ زیادہ دیر نہ رک سکی اور پھر چپکے سے لتا کے کمرے میں پہنچی ۔چپکے سے الماری کھول کر اس نے لتا کے چند کپڑے نکالے اور ایک سوٹ کیس میں بھر کر تیار کرلیا ۔اپنے اور لتا کے وہ جوتے جو انھوں نے اس شام پہنے تھے،بالکل صاف کر دیے تاکہ ان کے تلوں میں لگی ہوئی برف کہیں کچھ غمازی نہ کر بیٹھے اور ان کے اوپر بھی پالش کردی ۔پھر اچانک اسے اس پاؤڈر بکس کا خیال آیا جو اسے موقع واردات پر ملا تھا،اس

نے سوچا تلاشی ضرور ہوگی، لہٰذا اسے ضرور کہیں چھپا دینا چاہیے۔اس نے ایک پرانے جوتوں کی جوڑی تلاش کی اور اس میں اس پاؤڈر بکس کو چھپا دیا۔

اس کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ لتا کو نیند کس طرح آ گئی۔کیا اس کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا ہے کہ قتل کرنے کے بعد بھی وہ اس قدر اطمینان سے سو سکتی ہے۔اسی الجھن میں صبح کے چار بج گئے۔اب صبر کرنا اس کے لیے ناممکن تھا،اس نے لتا کے قریب جا کر بغور اس کے چہرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔لتا کچھ کسمسائی اور اس نے اندھیرے میں آنکھیں کھول دیں۔آج ماں کو خلافِ توقع اندھیرے منہ اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے سخت تعجب ہوا۔اس نے جھنجلا کر کہا۔

"کیا ہے، ماتا جی، آپ تو سونے بھی نہیں دیتی ہیں۔آخر اتنی جلدی کیا پڑ گئی ہے اٹھانے کی۔"

"لتا بیٹی، میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔سب سے پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ رات تم کس وقت گھر لوٹی تھیں؟"

"کیوں، میں تو کل دس بجے ہی واپس آ گئی تھی۔"

"بیٹی، کیا تمہاری مسٹر راڈرک سے لڑائی ہو گئی تھی؟"

"نہیں تو لڑائی کیوں ہوتی۔کیا معمول میں باتیں کر رہی ہو، صاف صاف کیوں نہیں کہتیں۔" لتا چڑ گئی اور اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

"کیا تم اس خطرناک واقع سے بے خبر ہو جو کل رات پیش آیا ہے؟" ماں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسا واقعہ، کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"رات کو ۱۱ اور ۱۲ بجے کے درمیان راڈرک کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔"

"راڈرک کو قتل کر دیا...؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے...؟ ماتا جی، آپ کو مذاق کرنا بھی

نہیں آتا۔دس بجے تو میں اسے بھلا چنگا چھوڑ کر آئی ہوں۔" لتا بولی مگر اس کی ماتا کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ کہتے ہوئے لتا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا ہو،اس کے ہونٹ بھی کانپتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔اس کا دل دھک سے رہ گیا۔اب اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"مذاق نہیں، میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"اوہ،بھگوان کیا سچ..." لتا نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

"لتا رانی،میرا خیال ہے کہ کچھ دن کیلیے تم اپنی ممانی کے یہاں چلی جاؤ، میں نے تمہارے لیے سوٹ کیس تیار کر رکھا ہے۔" ماں کی آواز کپکپانے لگی۔

"نہیں نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گی، میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ماں،تم مجھے ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو، میں بالکل بے گناہ ہوں۔" لتا خود اعتمادی سے بولی۔

"مگر، لتا، سمجھنے کی کوشش کرو، تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتی ہو کہ تم شام کے سات بجئے سے لے کر گیارہ بجے تک راڈرک کے پاس تھیں، اور کسی نے نہیں تو گھر کے ملازموں اور مسٹر جان اور اس کی بیوی نے ضرور تم کو وہاں دیکھا ہوگا۔صبح ہوتے ہی پولیس کو معلوم ہو جائے گا اور سب سے زیادہ تم پر ہی شک کیا جائے گا۔"

"مگر، ماتا جی، میں سچ کہتی ہوں میں تو دس بجے گھر آ گئی تھی۔ جب میں مسٹر راڈرک کے بنگلے سے نکلی اور ان جھاڑیوں کے پاس پہنچی تو کار پنکچر ہو گئی۔میں نے کار کو وہیں چھوڑ دیا اور خود پیدل چل کر گھر پہنچ گئی،اس لیے آپ کے پاس نہ آئی کہ آپ دیر سے آنے پر ناراض ہوں گی،مگر آپ کو کس نے بتایا کہ راڈرک کا قتل ہو چکا ہے؟" لتا نے پوچھا۔

لتا کی ماں نے سارا حال سنا دیا۔

"اوہ بھگوان،آپ کی موجودگی وہاں ثابت ہو گئی تو پھر؟"

"اوّل تو اس کے امکانات بہت کم ہیں، دوسرے..."

"مگر، ماتا جی،اگر میں ممانی کے یہاں چلی گئی تو میرا جانا میرے ہی خلاف ایک

Akram Allahabadi

ثبوت بن جائے گا اور..." لتا کا جملہ ابھی پورا بھی نہ ہوا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز آنے لگی۔

"اوہ بھگوان، یہ ضرور پولیس والے ہیں۔" لتا گھبرا کر بولی۔

"ہاں، مگر گھبراؤ نہیں، دیکھو یاد رکھنا تم رات کو دس بجے لوٹ چکی تھیں اور اپنے بستر میں تھیں اس کے علاوہ کچھ مت کہنا۔ اب میں جا کر دیکھتی ہوں۔" ماں بولی۔

دروازے پر دستک جاری تھی۔ لتا کی ماں تیزی سے اپنے کمرے میں پہنچی اور ایک لمبی سی جمائی لیتی ہوئی ملازم کو آواز دینے لگی۔ ملازم نے آواز سن کر دروازہ کھولا اور پھر آ کر اطلاع دی کہ مسٹر جان ملنے آئے ہیں، انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔

لتا کی ماں نے ایک زرد دوشالہ اوڑھ لیا اور حواس مجتمع کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئی۔ مسٹر جان اپنے پریشان چہرے کو لیے صوفے پر بیٹھے تھے۔ اس نے پوچھا۔

"گڈ مارننگ، مسٹر جان، آخر اتنے سویرے آپ کا آنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"کیا مس لتا گھر پر موجود ہیں؟" جان نے عجیب سا سوال کیا۔

"ہاں ہاں، کیوں؟ وہ تو کل رات دس بجے ہی سے گھر پر تھی۔ مطلب کیا ہے آپ کا یہ پوچھنے کا؟" اس نے مسٹر جان پر ایک خشمناک نظر ڈالی۔

"اوہ، ناراض نہ ہوں، ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پڑوسی مسٹر راڈرک کا خون ہو گیا ہے۔"

"خون...؟ مسٹر راڈرک کا خون...؟ نہیں نہیں، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں کچھ نہیں سمجھی۔" لتا کی ماں نے بناوٹی حیرت کا اظہار کیا۔

"ارے بچی، ہم بالکل سچ بولتا ہے۔" جان نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو آپ صبح صبح یہ منحوس خبر سنانے کیلئے تشریف لائے ہیں؟"

"نہیں نہیں، ہم اس کے واسطے نہیں آیا ممی، ہم جانتا ہے تمہارا چھوکری رات کو دھر

تھا۔"

"کیا مطلب؟ لتا کا اس خون سے کیا تعلق؟ مسٹر جان، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وہ تو رات کو دس بجے سے گھر پہ ہے۔"

"مگر، میڈم، ہم سب جانتا ہے۔ ہم نے ایک عورت کا چیخ سنا اور تم نے بھی سنا۔ اس کا بعد تم ادھر گیا تھا، ہم نے اور ہمارا مسز نے تم کو ادھر دیکھا تھا۔" مسٹر جان نے ایک ہی سانس میں سب کہہ ڈالا۔

لتا کی ماں کے کاٹو تو خون نہیں۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بھی جب اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے کہا۔

"نہیں نہیں، مسٹر جان، ہم ادھر گیا ضرور تھا، مگر ہمارا چھوکری نے اس کا خون نہیں کیا، وہ بالکل بے گناہ ہے۔"

مسٹر جان ہمدردانہ انداز میں بولے۔ "دیکھو بائی تم فکر مت کرو ہم لوگ تم کو نقصان نہیں کرے گا۔ ہم کھالی تم کو بولنے کو آیا کہ ہم پولیس کو کچھ نہیں بولے گا کہ تم ادھر گیا تھا۔ اور تم کو کوئی ہیلپ مانگتا ہو تو ہم سے لیو۔ دیکھو تم پولیس کو نہیں بولنا تم ادھر گیا نہیں تو تم پھڑے میں پڑ جائے گا۔ اچھا ابھی ہم چلتا ہے۔"

جان کے جانے کے بعد لتا کی ماں اور بھی پریشان ہوگئی۔ آخر اس نے فیصلہ کرلیا کہ اسے اس سلسلے میں ملک کے مشہور و معروف سراغرساں سپرنٹنڈنٹ حضور احمد خان کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں جو ان دنوں سوناپور ہی میں قیام پذیر ہے اور جن سے ایک مرتبہ مسٹر راڈرک کے یہاں اس کا تعارف بھی ہو چکا تھا۔ اس نے لتا سے مشورہ کیا اور ان کے بنگلے کی جانب چل پڑی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سراغ رساں خان

خان صاحب کے جانے کے بعد بالے اور شوکت بچا کھچا ناشتہ ختم کر کے سگریٹ نوشی میں مشغول تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے بے؟" بالے اپنی آرام کرسی پر سے چلایا۔

دستک بدستور جاری رہی۔ اس نے پوچھلتی نظروں سے شوکت کی طرف دیکھا، مگر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ آخر اسی نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور ایک عورت کو کھڑا دیکھ کر ذرا درشت لہجے میں پوچھا۔

"مائی، کیا ہے؟"

"میں سراغرساں حضور احمد خاں سے ملنا چاہتی ہوں۔" عورت نے انگریزی میں کہا۔

"یہ کوئی ملاقات کا وقت ہے؟"

"ملاقات کا وقت تو نہیں مگر مجھے ان سے بے حد ضروری کام ہے۔ میں بے وقت آنے پر شرمندہ ہوں۔"

"ہوں شرمندہ ہوں۔ شرمندہ ہونے سے کام نہیں چلتا۔ دوسرے آپ تو مجھے ذرا بھی شرمندہ نظر نہیں آتی ہیں، اس لیے براہ کرم دس بجے کے بعد تشریف لائیں۔"

"مگر میں ان سے بغیر ملے نہیں جا سکتی، آپ انھیں اطلاع تو دیجیے۔"

"عجیب ہیں آپ بھی، عورت ہیں یا موم بتی۔ آپ ان سے کیسے مل سکتی ہیں، جب کہ وہ ہیں ہی نہیں، باہر گئے ہوئے ہیں۔"

عین اسی وقت خان صاحب کی اندر سے آواز آئی۔

Akram Allahabadi

"بالے، کیا ہے؟ کون ملنا چاہتا ہے اندر لے آؤ؟"

بالے حیران رہ گیا، کیونکہ خان صاحب اس کے سامنے باہر چلے گئے تھے اور اب پھر وہ کمرے میں موجود تھے۔

"بڑے جھوٹے ہیں آپ۔" عورت نے کہا۔

"جی ہاں، آیئے۔" بالے نے بغیر سمجھے کہا اور عورت کو لے کر اندر والے کمرے میں گیا، جہاں سپرنٹنڈنٹ خان ایک موٹی سی کتاب لیے اس کے صفحات لوٹا رہے تھے۔ عورت کو دیکھ کر بولے۔

"تشریف رکھیے، بالے، تم جا سکتے ہو۔" بالے چپ چاپ باہر نکل آیا۔

"فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ غالباً آپ سے مسٹر راڈرک کے یہاں متعارف ہو چکا ہوں، اوہ، آپ تو مس لتا کی والدہ ہیں۔"

"جی ہاں، مسٹر خان، میں ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔ میری کنواری لڑکی کے مستقبل کا سوال ہے۔ اس کی زندگی، اس کی خوشی کا سوال ہے۔ آپ کو میری مدد کرنی ہوگی۔ روپے کی آپ فکر نہ کریں، مگر کیا آپ نے کچھ سنا ہے؟"

"جی نہیں۔ آپ نے مجھے کچھ بتایا ہی نہیں کہ آخر بات کیا ہے۔"

"دیکھیے میں بتاتی ہوں۔ قصہ یہ ہے کہ کل رات میری لڑکی..." لتا کی ماں نے پورا قصہ سنایا، مگر یہ نہ بتایا کہ وہ خود بھی وہاں گئی تھی۔ خان صاحب غور سے سنتے رہے اور پھر بولے۔

"تو آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، اور نہ میری خدمات کی۔"

"نہیں، مگر میں آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ واقعات سراسر میری لڑکی کے خلاف ہیں اور میرے پاس اس کے دس بجے گھر واپس آ جانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، تو پھر آپ کو میرے چند سوالوں کا جواب دینا پڑے گا۔"

"بڑی خوشی سے۔"

"آپ کی لڑکی اور مسٹر راڈرک کے کیا تعلقات تھے؟" خان نے پوچھا۔

"صرف دوستانہ۔" پھر انھوں نے مسٹر راڈرک اور لتا کی دوستی کی پرانی داستان سنا ڈالی اور کہا، 'دیکھیے مسٹر خان، ہم لوگ ذرا فارورڈ قسم کے لوگ ہیں، اس لیے ہم ان باتوں کو معیوب نہیں سمجھتے۔'

"میں سمجھ گیا، لیکن مجھے لتا سے بھی چند سوالات کرنے ہیں۔ میں ابھی پہنچتا ہوں، آپ گھر چلیں۔ مجھے موقعۂ واردات کا معائنہ کرنا ہے، پولیس تو ابھی نہ آئی ہوگی؟"

"نہیں، ابھی کوئی نہیں آیا، اسی لیے میں سب سے پہلے آپ سے ملنے آئی تھی کہ پولیس والوں کو کیا جواب دیا جائے۔"

"پولیس کے سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ آپ اپنے وکیل کے مشورے کے بعد کوئی جواب نہ دیں گی۔ اب آپ جا سکتی ہیں۔"

لتا کی ماں کے جانے کے بعد خان صاحب نے شوکت کو آواز دی۔ شوکت کے ساتھ بالے بھی اندر گھس آیا۔

"شوکت، لتا کیسی لڑکی ہے؟"

"بہت خوبصورت ہے، جناب۔ کیرکٹر کی پکی ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں اس سے شادی کرنے والا ہوں۔"

"اوہ، اور تم نے اسے اپنا نام کیا بتایا ہے؟"

"آپ اس کے سامنے بیرسٹر سہیل بنے ہوئے ہیں۔" بالے بیچ میں بول پڑا۔

"شوکت، دیکھو تم یہ ظاہر نہ کرنا کہ تمھیں واقعات کا علم ہے۔ تم سے، میرا خیال ہے، لتا کچھ نہ چھپائے گی، لہٰذا تم فوراً جا کر اس سے اصل واقعات معلوم کرو۔ تم اس کے گھر جاتے

Akram Allahabadi

ہوتا،اس کی ماں سے ملے ہو؟''

''نہیں تو،میری ان کی والدہ محترمہ سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی، نہ میں ان کے گھر گیا ہوں۔''

''کوئی ہرج نہیں،آج چلے جاؤ۔مگر اس کا خیال رکھنا ہم سے تمہارا تعلق ظاہر نہ ہو، سمجھے۔''

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بیرسٹر سہیل

شوکت لتا کے دروازے پر کھڑا دستک دیے جا رہا تھا، مگر دروازہ تھا کہ کھلنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے سیٹی میں ایک مقبول فلمی گانے کی دھن بجانی شروع کر دی، تیری پیاری پیاری صورت کو کہیں میری نظر نہ لگے، چشمِ بد دور۔'' آخر دس منٹ کے بعد کہیں جا کر دروازہ کھلا اور ملازم کے بجائے لتا کا سفید ستا ہوا چہرہ باہر کی طرف جھانکنے لگا۔

''ہیلو، لتا، ہاؤ آر یو؟'' شوکت نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''اوہ، آپ ہیں، دیکھیے اتنے روز سے آپ کو بلاتی تھی اور آپ نہیں آتے تھے۔ ماتا جی کتنے دنوں سے آپ سے ملنے کیلیے کہہ رہی تھیں، میں نے ان کو منگنی کی بتا دی ہے نا۔'' لتا بولی اور پھر شوکت کا حلیہ دیکھ کر اس کی صورت پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ کیونکہ شوکت گہرے نیلی رنگ کی بد جیس نما پتلون، سرخ رنگ کا بلیزر، گلے میں رنگ برنگی مفلر اور کانوں پر اونی کنٹوپ چڑھا تھا۔ اس کے ایک شانے پر رائفل لگی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں تین بطخیں۔

''تو آپ گویا شکار سے آ رہے ہیں؟''

''سنٹ پرسنٹ۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیا کر رہی تھیں پورے دس منٹ دروازے پر انتظار کیا۔ تمہارا کچن کہاں ہے؟ ارے تم کیا سوچ رہی ہو کہیں بہری تو نہیں ہو گئی ہو؟''

''کیا بات ہے، تم کچھ پریشان سی نظر آ رہی ہو؟''

''سہیل، اچھا ہوا تم آ گئے۔ میں تو عجیب مصیبت میں مبتلا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو گا۔'' لتا نے اپنا ہاتھ شوکت کے کندھے پر رکھ دیا۔

''ایسی کیا آفت پڑ گئی ہے، ارے سہیل ے ہوتے ہوئے تمہارا کوئی بال بھی بیکا

Akram Allahabadi

نہیں کرسکتا۔ بتادے، ملکۂ حسن، تجھے کس نے ستایا ہے، اگر کسی نے آنکھ دکھائی ہوتو اس کی آنکھ پھوڑ کراسے کانا بنادوں، اگر انگلی دکھائی ہوتو اس کی انگلی قلم کرادوں۔"

"تم تو ہر وقت مذاق کرتے رہتے ہو، ہماری جان پر بنی ہے اور جناب دل لگی فرمارہے ہیں۔"

"کچھ کہو بھی تو، میری جان۔اچھا دیکھوآج تم اپنے ہاتھ سے ان بطخوں کا روسٹ بنانا۔میرا ایک دوست ہے لانگ فیلو اس کی منگیتر اتنے اچھے دہی بڑے بناتی ہے۔اور دیکھو روسٹ کے ساتھ ٹماٹروں کا ساس ضرور بنے۔اور اپنے راڈرک صاحب کا کیا حال ہے؟"

"اوہ، سہیل پلیز، کبھی تو سیریس ہوجایا کرو تم تو خواہ مخواہ راڈرک سے بدگمان ہو، میں کئی بار کہہ چکی ہوں، وہ میرا بس فرینڈ ہے اور محسن، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میں تم سے اتنی اہم بات کہنے والی تھی اور تم نے آتے ہی فرمایش شروع کردی۔"

"اچھا بابا۔" شوکت نے اپنا مفلر اٹھایا، کنٹوپ سرکایا اور دونوں کانوں کو کھینچ کر لمبا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، اب فرمایے، میں بالکل سیریس ہوں اور ہمہ تن گوش بھی، فرمایے؟"

ٹھیک اسی وقت پھر دروازے کی گھنٹی بجی اور لتا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ شوکت نے بھی اسے محسوس کیا اور پوچھا۔

"بھئی، آخر یہ کیا راز ہے، ادھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، ادھر تمہارے چہرے پر بدحواسی چھا گئی۔میرے خیال میں اب مجھے وکالت چھوڑ کر جاسوسی کرنا پڑے گی۔ٹھیک ہے نا؟" لتا کچھ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس کی ماں داخل ہوئی۔لتا نے جلدی سے تعارف کرایا۔

"ماتا جی، یہ ہیں بیرسٹر سہیل، ابھی شکار سے آئے ہیں۔"

"نمستے، ماتا جی۔" شوکت نے بالکل دامادوں کی طرح سلام کیا۔

"جیتے رہو، لتا نے تمہارے بارے میں بتایا تھا، لتا، کیا تم نے سہیل کو بھی بتا دیا ہے، یا...؟"

شوکت ماں بیٹی کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے، ماتا جی۔" اس نے پوچھا۔

"نہ پوچھو تو اچھا ہے، حالات معلوم کر کے تمیں زیادہ خوشی نہ ہوگی۔"

"آپ بتایئے تو سہی، یہ تو میں خود اندازہ لگا لوں گا کہ آیا مجھے ہنسنا چاہیے، یا رونا۔"

"آپ بڑے خوش مزاج معلوم ہوتے ہیں مگر معاملہ بڑا سنگین ہے۔"

"واقعی، اور لتا نے مجھ سے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا، جی چاہتا ہے اسی وقت دیوار سے سر پھوڑ کر جان دے دوں، مگر آپ کی دیوار خراب ہو جانے کا احتمال ہے، لہٰذا خودکشی کو ملتوی کرتا ہوں۔"

"پلیز، سہیل، کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔" لتا نے التجا کی۔

"لیجیے سنجیدہ ہو گیا، مگر بھگوان کیلیے بات تو بتاؤ۔"

"ہمارے پڑوسی تھے نا مسٹر راڈرک، کل رات انھیں کسی نے قتل کر دیا۔" بالآخر لتا کی ماں نے کہہ ہی دیا۔

"کون مسٹر راڈرک، انھیں کس نے قتل کر دیا؟ یہ بہت اچھا کر دیا، کہاں ہے قاتل، میں اسے ایک چونّی نقد انعام دوں گا۔"

"دیکھیے، پھر بہکنے لگے آپ۔" لتا بولی۔

"اس میں بہکنے کی کیا بات ہے، اگر مسٹر راڈرک کو کسی نے قتل کر دیا تو ہمیں کیا، آپ کیوں اتنی متاثر ہو رہی ہیں؟"

"ٹھیک ہے، ہمیں اس قتل سے کیا تعلق، مگر..."

"مگر وگر کچھ نہیں، ٹھہرو، میں اپنے خدا کا اس کیلیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔" شوکت نے

Akram Allahabadi

اپنا بلیزر اتار ا،فرش پر بچھا دیا اور نماز کیلیے کھڑا ہوگیا۔

''پلیز سہیل،یہ مذاق کا موقع نہیں ہے۔''لتا پھر بولی۔

''پوری بات تو آپ بتاتی نہیں ہیں،پلیز پلیز کہے جارہی ہیں۔''

''آیے ادھر لائبریری میں چلیں،میں آپ کو بتاتی ہوں۔''لتا کی ماں نے کہا۔اور تینوں لائبریری میں آگئے۔

''بات یہ ہوئی کہ کل شام لتا راڈرک کے پاس گئی تھی۔''

''اچھا گئی تھی،مگر کیوں گئی تھی؟''

''اسے الوداع کہنے۔وہ آج دہلی روانہ ہورہا تھا۔خیر تو یہ رات کو دس بجے وہاں سے واپس آکر سوگئیں،مگر صبح پتہ چلا کہ مسٹر راڈرک کو کسی نے رات کو قتل کردیا ہے،تم جانتے ہو لتا کا شام کو راڈرک کے پاس جانا اور صبح کو اس کی لاش ملنا لتا کیلیے کتنی بڑی مصیبت کھڑی کرسکتا ہے۔میں سراغرساں خان کے پاس گئی تھی اور مے نے اس سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔تم تو بیرسٹر ہو،میرے خیال میں تم زیادہ مفید مشورہ دے سکو گے۔''

''کون سراغرساں خان،کہاں رہتا ہے وہ؟''شوکت نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''تو تم سراغرساں خان کو نہیں جانتے،اس کے تو پورے ملک میں چرچے ہیں۔مسٹر راڈرک کے یہاں ہی میرا اس سے تعارف ہوا تھا۔''

''خیر ہوں گے کوئی،مگر آپ یہ بتایے کہ آیا کل شام کسی نے لتا کو مسٹر راڈرک کے یہاں دیکھا تھا؟''

''کیوں نہیں لتا کا وہاں ہونا بڑی آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔راڈرک کا ملازم ہی گواہی دے سکتا ہے اور پھر ہمارے پڑوسی مسٹر جان نے بھی خود دیکھا ہوگا۔اس کا بنگلہ راڈرک کے بنگلے کے قریب ہی ہے۔اوہ بھگوان،میں اسی لیے شروع ہی سے اس دوستی کے

خلاف تھی۔بھگوان جانے کیا ہونے والا ہے۔"

لتا سر جھکائے کھڑی تھی۔ جب اس کی ماں بک جھک کر چلی گئی تو وہ شوکت کے پاس آئی اوراس کے کوٹ میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

"ارے،میری چھوٹی سی گڑیا،اس میں رونے کی کیا بات ہے۔تم نے تو اس کا قتل نہیں کیا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میں کسی کو قتل کرسکتی ہوں؟"

"ویسے ہو تو تم قاتل،مگر گولی چلانا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے،اتنا مجھے یقین ہے۔"شوکت نے تسلی دی۔

"سہیل،تمھیں اب کیا بتاؤں،مجھے اپنا ڈر نہیں ہے،مجھے تو ماتا جی کا خیال ہے،کہیں انھوں نے..."

"نہیں نہیں،کیسی باتیں کرتی ہو،ماتا جی کا بھلا اس قتل سے کیا تعلق،پھر جب کہ وہ وہاں تھیں بھی نہیں۔"

"نہیں،سہیل تمہیں پورے حالات کا علم نہیں ہے۔رات کو جب میں گھر لوٹی تو میں نے ماتا جی کے کمرے میں جلتی دیکھی تھی،میں سمجھی اگر میں جاؤں گی تو وہ دیر سے آنے پر ناراض ہوں گی،اس لیے میں پچھلے دروازے سے چپکے سے اندر داخل ہوئی اور دبے پاؤں اپنے کمرے میں جا کر سوگئی،مگر گیارہ بجے کے قریب ماتا جی پریشان ہوگئیں اور..."لتا نے اپنی ماں کے وہاں جانے اور ثبوت وغیرہ مٹانے کے متعلق تمام حالات تفصیل سے بتا دیے اور اپنا شبہ بھی ظاہر کر دیا۔

شوکت کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر پوچھا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ ماتا جی نے راڈرک کو قتل کیا ہے؟"

"میں یقین سے تو نہیں کہتی،مگر نہ جانے کیوں شبہ اپنی جگہ موجود ہے۔بھئی،میری سمجھ

میں کچھ نہیں آتا۔میرا خیال ہے کہ ماتا جی کو یقین ہے کہ میں نے راڈرک کو قتل کیا ہے اور وہ میری خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیں گی۔حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ ان کے خلاف بھی پولیس کو کافی ثبوت مل سکتا ہے۔"

"معاملہ واقعی سنجیدہ ہے،مگر ذرا اپنے اوپر قابو رکھو اور ماتا جی کو سمجھاؤ۔میں ذرا سراغرساں خان سے بھی مل لوں۔اگر پولیس آئے تو تم جواب دینے سے صاف انکار کر دینا اور کہنا کہ میں تمہارا وکیل ہوں اور مجھ سے مشورہ کیے بغیر تم کوئی بیان نہیں دوگی،میں دوپہر میں آؤں گا۔اچھا،چیریو۔" شوکت نے کہا اور ایک فلائنگ کس دیتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ادھر شوکت کے جانے کے بعد خان صاحب نے موٹی سی کتاب بند کر دی اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔بالے جان بوجھ کر اونگھنے لگا۔کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ خان صاحب نے سر اٹھایا اور بالے سے مخاطب ہوا۔

"او میاں،یوں اونگھتے مرغے کی طرح کیا بیٹھے ہو،سخت کاہل ہو،اٹھو چلو کچھ کام کرو۔"

"جی بجا فرمایا،ہم تو حکم کے غلام ہیں،حکم دیجیے تاکہ دور ہو۔"

"کچھ لتا کی ماں کے بارے میں معلومات فراہم کر دو۔"

"بہت خوب،تو آپ کا مقصد ہے کہ میں ان نانی جان کی عمر والی عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھروں اور شوکت اس گلِ رعنا کے ساتھ گلچھرے اڑائے۔نا بابا،اپنے حکم پر نظرِ ثانی کیجیے،حضور والا۔"

"بکو مت،کام کرو۔"

"مگر میں یہاں آرام سے بیٹھا ہوں تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

"اچھی بات ہے،آرام سے بیٹھو،مگر یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ آج سے تمہارا معاملہ

کٹ، جاؤ منہ کالا کرو۔ اگر آج کے بعد پھر کبھی اس جگہ قدم رکھا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"یہ لیجیے، آپ تو بھڑک اٹھے۔ پتہ نہیں بیٹھے بیٹھے آپ کے موڈ کو کیا ہو جاتا ہے، آپ تو یوں برافروختہ ہو رہے ہیں کہ جیسے میں نے ہی راڈرک کو قتل کیا ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" بالے نے بھناس صورت بنائی۔

"تو پھر دومنٹ کے اندر اندر باہر جانے کیلیے تیار ہو جاؤ۔"

"آپ کے ساتھ اس کڑاکے کی سردی میں، غور تو فرمایے۔"

"تو پھر جہنم میں جاؤ۔" خان صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اچھا باس ناراض ہوتا ہے، چلتا ہے۔ اس سے تو اچھا ہوتا ہمارا ڈیڈی پیدا ہونے کے ساتھ ہم کو زہر دے دیا ہوتا۔" اور پھر دوڑتا ہوا باہر کھڑی ہوئی جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ خان صاحب نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور جیپ مسٹر راڈرک کے بنگلے کی طرف چل پڑی۔

"چند منٹ میں ان کی جیپ راڈرک کے بنگلے کے آگے سائبان میں کھڑی تھی۔ خان صاحب نے انجن بند کیا اور گھر کے اندر جانے لگے۔ بالے ان کے پیچھے تھا۔ ہال کے دروازے پر ایک کانسٹیبل تعینات تھا۔ اس نے انھیں روکنا چاہا، مگر خان صاحب کا بیج دیکھ کر وہ سلام کر کے الگ کھڑا ہو گیا۔ خان اور بالے چلتے ہوئے اس کمرے تک پہنچ گئے جہاں راڈرک کی لاش تھی۔ ایک انسپکٹر موجود تھا۔

"ہیلو، انسپکٹر معروف، کیا آپ ہی اس کیس کے انچارج ہیں، آپ نے ایف آر سی (رپورٹ) تیار کر لی؟"

"کون، سپرنٹنڈنٹ خان، اوہ، آیے آیے۔" معروف نے مصافحے کیلیے ہاتھ بڑھایا اور پھر کہا۔

"جی ہاں، یہ کیس میرے ہی سپرد کیا گیا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پولیس انکوائری

شوکت کولتا کے یہاں سے گئے بمشکل دس منٹ ہوئے ہوں گے کہ سب انسپکٹر کمار دو کانسٹیبلوں کے ساتھ لتا کے گھر پہنچ گئے۔ لتا کے حواس تو پولیس جیپ کو دیکھتے ہی غائب ہو گئے، مگر اس کی ماں کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نہ تھے۔ سب انسپکٹر نے آتے ہی سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ سب سے پہلے انھوں نے لتا سے پوچھ گچھ شروع کی۔ لتا نے سوالات کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ وہ شام کے سات بجے مسٹر راڈرک کے بنگلے گئی تھی اور دس بجے کے قریب وہ ان کے ساتھ کھانا کھا کر واپس لوٹ آئی تھی۔ وہ جب روانہ ہوئی تو راڈرک بالکل بھلے چنگے تھے۔

"یہ بتایے کہ آپ جب وہاں تھیں تو کیا کوئی مسٹر راڈرک سے ملنے آیا تھا، یا کسی نے فون وغیرہ پر ان سے گفتگو کی تھی۔" انسپکٹر کمار نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، نہ تو ان سے کوئی ملنے آیا تھا اور نہ ہی کوئی فون۔"

"آپ کا مسٹر راڈرک سے کس بات پر جھگڑا ہوا تھا؟"

"غلط، میرا ان سے جھگڑا ہی نہیں ہوا۔"

"کیا آپ بتا سکیں گی کہ آپ نے اپنی کار راڈرک کے بنگلے کے پاس جھاڑیوں میں کیوں چھپائی تھی؟"

"آپ غلط گوئی سے کام لے رہے ہیں، کار پنکچر ہو گئی تھی، اس لیے میں نے اسے راستے سے ہٹا کر جھاڑیوں کے قریب کھڑا کر دیا تھا۔"

"بہتر ہے، ذرا اپنی والدہ کو بلا دیجیے۔" لتا کی ماں سے بھی وہ کوئی خاص بات معلوم

Akram Allahabadi

نہ کر سکا، سوائے اس کے انھوں نے رات کو گیارہ اور بارہ کے درمیان کسی عورت کی چیخ کی آواز سنی تھی، مگر چونکہ لتا گھر پر موجود تھی، اس لیے انھیں کوئی تشویش نہیں ہوئی۔" انسپکٹر کمار لتا کی والدہ کے بیانات سے مطمئن نظر نہ آتا تھا۔ اس لیے اس نے زیادہ سوالات نہ کیے اور مکان کی تلاشی کی اجازت چاہی۔ ماں بیٹیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اس کیلیے آپ کو تحریری اجازت نامہ دکھانا چاہیے۔"

"یہ لیجیے۔" اب انسپکٹر نے سرکاری اجازت نامہ سامنے رکھ دیا۔

اب اجازت دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ کمار اور اس کے ساتھی کانسٹیبل تقریباً نصف گھنٹے تک مکان کی تلاشی لیتے رہے اور اس کے بعد جب وہ لوٹے تو لتا نے دیکھا ان کے ہاتھوں میں ان کے پالش شدہ جوتے اور وہ پاؤڈر بکس تھا، جسے اس کی ماں نے پرانے جوتوں کی جوڑی میں چھپا دیا تھا۔

"آپ کے جوتے پر پالش کون کرتا ہے؟" کمار نے سوال کیا۔ "کیا کل رات بھی اسی نے پالش کی تھی؟"

"نہیں، کل رات میں نے کی تھی۔" لتا کی ماں نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس یوں ہی۔"

"یوں ہی نہیں، چونکہ جوتوں پر برف لگی ہوئی تھی، اس لیے آپ نے انھیں صاف کر دیا۔ آپ یہ بات پولیس سے کیوں چھپانا چاہتی ہیں کہ آپ یا آپ کی بیٹی کل رات کو مسٹر راڈرک کے بنگلے پر تھیں؟" کمار نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"جی نہیں، میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں وہاں ۷ بجے گئی تھی اور دس بجے کے قریب واپس لوٹی تھی۔" لتا نے کہا۔ اسے اپنی ماں کی حرکتوں پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔

"یہ دیکھیے، غالباً یہ آپ کا ہے۔" کمار نے پاؤڈر بکس نکال کر لتا کے سامنے کر دیا۔

"جی ہاں، یہ میرا ہی ہے۔"

"تو پھر اسے جوتوں کے پرانی جوڑی میں چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟" سب انسپکٹر کمار کے لہجے میں زہر بھرا ہوا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" لتا بولی۔

"بہتر ہے، آپ لوگ بغیر اطلاع کے یہ مکان اور شہر نہیں چھوڑیں گی۔" کمار اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے یقین تھا کہ ان ماں بیٹی میں سے ایک نہ ایک قاتل ضرور ہے اور دوسرا امکان معاون ہو سکتا ہے، کیونکہ انھوں نے جان بوجھ کر پولیس سے بعض واقعات اور چیزیں چھپانے کی کوشش کی تھی۔

ابھی انسپکٹر کمار کی جیپ لتا کے بنگلے سے زیادہ دور نہیں گئی ہوگی کہ ایک چھوٹی سی آسٹن آ کر رکی۔ لتا نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔ آسٹن سے اس کی پیاری سہیلی راج اتر رہی تھی، جو وہاں کے فارسٹ آفیسر کی لڑکی تھی۔

راج آتے ہی لتا سے لپٹ گئی۔ پھر اس نے پوچھا۔

"کیا بات ہے، لتا، آج بڑی پریشان سی نظر آ رہی ہو؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔" لتا بولی، مگر راج کہاں ماننے والی تھی۔ اس نے ذرا سے اصرار کے بعد لتا سے سارے حالات معلوم کر لیے۔ راج بڑے غور سے سنتی رہی، پھر بولی۔

"برا نہ ماننا، مگر تم نے شاید مجھے اعتماد کے قابل نہیں سمجھا، تبھی تم نے کوئی بات ضرور چھپائی ہے۔ میرا مطلب ہے تم نے مجھے پورے واقعات سے آگاہ نہیں کیا ہے، ورنہ جو کچھ تم نے بتایا ہے، اس کے مطابق تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تمھیں اس قدر پریشان کر دے۔"

"نہیں، راج، آہ میں کیسے بتاؤں، میں کیا کروں، تم ہی کچھ میری مدد کرو اور..." لتا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"بولو، راج، اب میں کیا کروں؟"

"گھبراؤ نہیں، گھبرانے سے کچھ نہیں ہوگا۔بھگوان پر بھروسہ رکھو۔

☆☆☆☆☆☆

شوکت لتا کے گھر سے خان صاحب کے یہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ خان صاحب باہر جانے کیلیے تیار کھڑے ہیں۔خان صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا اور موٹر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔شوکت موٹر میں بیٹھ گیا۔خان صاحب نے سیلف دبایا اور موٹر چل پڑی۔

"ہاں،اب سناؤ؟" خان صاحب نے پوچھا اور شوکت نے لتا سے جو معلومات حاصل ہوئیں انھیں خان صاحب کو بتا دیں۔"مگر ہوشت،ہم جا کاں رہے ہیں؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں وہ جگہ دیکھنی ہے،جہاں لتا نے اپنی کار چھوڑی تھی۔"

"کیوں وہاں کیا رکھا ہے؟"

"تمہارا سر،خاموش رہو۔"خان صاحب نے کہا اور پھر دونوں میں کوئی بات نہ ہوی۔جب راڈرک کا بنگلہ قریب آ گیا تو خان صاحب نے جھاڑیوں کے پاس ایک جگہ اپنی کار روک دی۔دونوں موٹر سے نیچے اتر آئے اور پاس کھڑی ہوی لتا کی کار کو بغور دیکھنے لگے۔ان کی کار کے قریب ہی زنانہ جوتوں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔خان صاحب انھیں دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے،یہاں تک کہ ایک مکان کے قریب پہنچ کر نشانات ختم ہو گئے۔

"یہی تو لتا کا مکان ہے،مگر یہ دوسرے نشانات کیسے ہیں؟"شوکت بولا۔

"چلو انھیں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ہیں یہ بھی زنانہ جوتوں کے،مگر دونوں کے نشانات مختلف لوگوں کے ہیں،کیوں کہ پہلے نشانات میں ایڑی میں زیادہ زور پڑا ہے اور ان میں پورا پنجہ صاف نظر آتا ہے۔دونوں نے ان نشانات پر چلنا شروع کیا اور چلتے چلتے یہ مسٹر راڈرک کے صدر دروازے تک پہنچ گئے۔

"معلوم ہے کل برف کب گری تھی؟"خان صاحب نے پوچھا۔

"میرے خیال سے کل بجے کے بعد۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لتا دس بجے کے بعد ہی گھر روانہ ہوئی ہے ورنہ اس کے نشانات نہ ملتے۔"

"اور یہ دوسرے نشانات، وہ کس کے ہو سکتے ہیں؟"

"یہ یقیناً اس کی ماں کے ہیں اور پولیس کی نظروں سے یہ نشانات چھپے نہ رہے ہوں گے۔" دونوں وہاں سے پھر لتا کی موٹر کے پاس آ گئے۔

"شوکت، اب ذرا تم لتا کی کار پر جس قدر نشانات ہوں، انھیں ڈیولپ کر کے دیکھو، یہ لو میں پاؤڈر لیتا آیا ہوں اور دوسرا کام یہ ہے کہ آج شام راڈرک کو دفنایا جائے گا۔ اس کے جنازے میں جتنی بھی موٹریں آئیں، ان سب کے نمبر نوٹ کر لو۔ بس آج تمھاری یہی ڈیوٹی ہے۔"

"ہوں، مگر آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں ذرا لتا کے گھر جا رہا ہوں۔" خان صاحب اپنی کار میں آ بیٹھے اور کار اسٹارٹ کر کے لتا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ شوکت کا دماغ کچھ الجھا ہوا تھا۔ وہ زیر لب یہ شعر گنگنانگا،

ان سے تعلقات پہ اترا رہا ہوں میں
جن کے تعلقات زمانے کے ساتھ ہیں

کیا لتا واقعی راڈرک سے محبت کرتی تھی، وہ سوچنے لگا۔ کیا وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتی۔ ہوشت، سالا میں بھی کس چکر میں پڑ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو گالی دی اور پاؤڈر چھڑک چھڑک کر نشانات نوٹ کرنے لگا، پھر اس نے نظر اٹھا کر دیکھا کے بنگلے پر خان کی موٹر کھڑی ہوئی تھی۔

خان نے گھنٹی بجائی تو خود لتا نے آ کر دروازہ کھولا اور جب اسے معلوم ہوا کہ آنے والا مشہور سراغرساں خان ہے تو وہ اسے اپنے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔

''غالباً آپ ہی مس لتا ہیں؟''

''جی ہاں، آپ نے صحیح پہچانا۔''

''غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ماتا جی اس کیس کے سلسلے میں میری خدمات حاصل کر چکی ہیں، میرا نام خان ہے۔''

''جی ہاں، مجھے معلوم ہے۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ فرمایے، کیا خدمت کر سکتی ہوں۔'' لتا بولی۔

''فی الحال تو آپ مجھے اس رات کا تمام ماجرا بلا کم و کاست سنا ڈالیے اور دیکھیے، اس طرف روشنی میں بیٹھ جایے۔ خیال رہے کہ کوئی بات چاہے وہ کتنی ہی معمولی اور غیر اہم کیوں نہ ہو، نظر انداز نہ کیجیے گا، ممکن ہے اس میں ہی کوئی نکتہ مل جائے۔'' خان نے کہا اور اپنی نظریں لتا کے چہرے پر گاڑ دیں۔ لتا نے اپنی کرسی روشنی کی طرف کر لی۔ اسے خان کی نظری اپنے سینے میں اترتی معلوم ہو رہی تھیں۔ چنانچہ اسے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بغیر نظریں ملائے اس رات کے تمام واقعات مسٹر خان کے گوش گزار کر دیے۔ جب تک لتا کا بیان جاری رہا، خان نہایت غور سے سنتا رہا۔

لتا نے بیان ختم کر کے خان کو دیکھا۔ اسے اب معلوم ہوا کہ خان بھی اس کے بیان سے بالکل مطمئن نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر بے اطمینانی کے کوئی آثار نہ تھے، لیکن اس کی آنکھوں کے گوشے سکڑ کر تنگ ہو گئے تھے۔

''کیا خیال ہے آپ کا؟'' لتا نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

''اگر واقعات یہی ہیں جیسا کہ آپ نے بتائے ہیں تو کیس میں بڑی گنجائش ہے۔'' اچھا، مس لتا، بہت بہت شکریہ، اپنی ماتا جی سے کہہ دیجیے! تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں، گڈبائی۔''

''مگر سنیے تو۔'' لتا نے اسے روکنا چاہا، مگر وہ جا چکا تھا۔

Akram Allahabadi

"اف کیسی جگر میں اتر جانے والی نظریں تھیں، اس نے سوچا اور واپس جانے کو مڑی ہی تھی، اس کی ماں آتی ہوئی دکھائی پڑی۔ وہ دوڑتی ہوئی اپنی ماں کے پاس گئی اور اسے خان سے ملاقات کا مکمل حال سنایا۔

"مجھے کیوں نہ بلایا؟" اس کی ماں نے پوچھا۔

"مسٹر خان نے خواہش ظاہر نہ کی، اس لیے بلانا مناسب نہ سمجھا۔"

"کچھ چائے وغیرہ سے خاطر تواضع کی؟"

"اے لو، میں تو بھول ہی گئی۔"

"لتا، سچ مچ تم نکمی لتا ہو، وہ کیا سوچتا ہوگا ہم لوگوں کے بارے میں اور پھر یہ تو معمولی اخلاق ہے۔" لتا کی ماں نے اسے ڈانٹا۔

"غلطی ہوگئی۔" لتا نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

☆☆☆☆☆☆

"ہیلو باس، کچھ متفکر نظر آ رہے ہو، میں نے ایسا پریشان تو کبھی نہ دیکھا تھا؟" بالے نے خان صاحب کو متفکرانہ انداز میں سر جھکائے دیکھ کر پوچھا۔

"حالات پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر سراغ، ہر نظریہ غلط ثابت ہوتے جا رہے ہیں۔" خان صاحب بولے۔

"کیا آپ کا راڈرک کے قتل سے مطلب ہے؟"

"ہاں، یہ سب کچھ متعلق ہی معلوم ہوتے ہیں۔ الجھن اس بات کی ہے کہ حریف کی طرف سے بالکل خاموشی ہے اور سراغرساں کو جب کوئی سرا نہ ملے تو اسے انتظار کے سوا اور کچھ نہ کرنا چاہیے، مگر یہ انتظار اب کافی طویل ہوتا جا رہا ہے۔"

"کیا آپ راڈرک کے قتل کو حریف کا تازہ اقدام نہیں سمجھتے؟"

Akram Allahabadi

"جب تک قاتل کا سراغ نہ لگ جائے کچھ نہیں کہا جا سکتا، مگر ایک بات یقینی ہے راڈرک کا قتل بھی بارہ دولی کے بھوت کے سلسلے ہی کی کڑی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے مسٹر جان سے ملاقات کی؟"

"جی ہاں، عجیب ہونق انسان ہے۔ ہزار طرح سے پھرا پھرا کر پوچھا، مگر وہ اپنے مرغ کی ایک ہی ٹانگ پر اڑا رہا۔"

"تو یوں کہو روتے گئے تھے، مرنے کی خبر لائے، پتہ نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے روز بروز نکمے ہوتے جا رہے ہو۔"

"یہ تو خیر آپ کا تکیہ کلام ہے، ویسے میں نے اتنا ضرور معلوم کر لیا ہے کہ مسٹر راڈرک کے یہاں لتا کے علاوہ ایک اور محترمہ بھی آیا کرتی تھیں۔ راڈرک کے ملاقاتیوں کے تعداد اچھی خاصی تھی، مگر یہ صاحبہ اکثر رات گئے راڈرک کے بنگلے پر دیکھی گئی ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ان کے گہرے تعلقات ہوں گے۔" بالے نے فخر سے سینہ پھلا کر کہا۔

"اور ان محترمہ کے حدود اربعہ کیا ہیں؟"

"اینگلو انڈین نظر آتی ہیں، بال کٹے ہوئے ہیں، پتہ نامعلوم ہے، عمر کا فرانہ ہے۔"

"ہوں، اور کچھ؟" خان نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ کوئی بات قابلِ ذکر نہیں۔ جان تو مجھے کچھ سکی سا معلوم ہوتا ہے اور اس کی بیوی تو چڑیل نظر آتی ہے۔ کمبخت نے چائے تک نہیں پلائی۔"

"اور تم سونا پور اٹومک ریسرچ سینٹر گئے تھے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے، میں اتنے دنوں سے صرف گھر میں بیٹھا مکھیاں مارا کرتا ہوں۔"

"تو پھر اب تک رپورٹ کیوں پیش نہیں کی؟"

Akram Allahabadi

"کوئی بات ہوتو رپورٹ دوں، تمام کام کرنے والوں کے ناموں کی فہرست، محل و وقوع سب ہی کچھ نوٹ کرلیا ہے، مگر ہمارے کسی کام..." بالے کا جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ دھڑاک سے دروازہ کھلا اور شوکت کا بے ہنگم جسم اندر داخل ہوا۔

"سلامالیکم، جنابِ خانِ خانان اور بال بالے۔" شوکت نے اپنے حساب بڑا مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"آیے آیے، جناب موٹو، یانی کہ شوکت صاحب، فرمایے کیا تیر مار کر آئے ہیں۔" بالے نے مذاق اڑایا۔

"ارے بندے خان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا، سنو گے تو طبیعت گارڈن گارڈن ہوجائے گی۔" شوکت چہکنے لگا۔

"اب کچھ کہو گے بھی یا اپنے منہ میاں مٹھو بنتے رہو گے۔"

"دیکھو بالے بھائی، تم مجھ سے مذاخ نہ کیا کرو، یانی کہ اس کا کیا مطلب ہے جب دیکھو تب۔" شوکت بھڑکا۔

"اوہو، دماغ تو صحیح ہے، میں نے کیا کہہ دیا۔ آپ اتراتے اس بات پر ہیں کہ لونڈیا نے لفٹ دے دی ہے، یا اپنے اس گینڈے نما جسم پر۔" بالے نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"افوہ، تم دونوں کا ایک جگہ ہونا مصیبت ہے۔" خان صاحب نے مداخلت کی۔

"تم لوگ اپنا کام کیوں نہیں کرتے، ایک دوسرے سے ہر وقت الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ شوکت، تم اپنی رپورٹ لکھ کر پیش کرو۔"

"کیا لکھ کر پیش کروں، لو اب اور مصیبت۔ مجھے اپنے گھر تک تو خط لکھا جاتا نہیں، اب میں رپورٹ لکھوں گا۔ کوئی میں رپورٹر ہوں۔"

"جو کہا ہے، وہ کرو۔" خان نے ترشی سے کہا اور شوکت بچوں کی طرح پیر پٹکتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد خان نے بالے سے کہا۔

"بالے تمہیں کتنی مرتبہ کہا کہ اس سے نہ الجھا کرو، وہ خبطی آدمی ہے۔"

"مگر میں نے کیا کہا، کچھ سمجھنے لگا ہے اپنے آپ کو، بھینسا کہیں کا۔"

"زبان قابو میں رکھو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بھینسا گدھے سے پھر بھی بہتر ہوتا ہے۔" خان صاحب نے بالے پر چوٹ کی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بالے کو حرکت میں لانے کیلیے شوکت کی تعریف بہت ہی ضروری ہے۔

اتنے میں شوکت واپس آگیا اور رپورٹ خان کے ہاتھ میں دے دی۔ خان صاحب نے دیکھا اس میں راڈرک کے جنازے میں شریک ہونے والی موٹروں کے نمبر تھے۔ اس میں سے ایک نمبر کچھ اہمیت رکھتا تھا۔ شوکت نے اس پر لکھا تھا، یہ مس ماریا کی موٹر کا نمبر ہے، یہ سوناپور کلب کی مشہور ڈانسر ہیں۔ ہوٹل گرانڈ میں قیام پذیر ہیں۔ کمرے کا نمبر ۵۷ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے مسٹر راڈرک سے بڑے گہرے مراسم تھے اور واردات کی رات اپنے ہوٹل سے غائب تھیں۔"

"لو دیکھو۔" خان صاحب نے بالے کے ہاتھ میں شوکت کی رپورٹ پکڑاتے ہوئے کہا۔ ایک تم رپورٹ لے کر آئے تھے، ایک وہ لے کر آیا ہے۔" پھر شوکت سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ویری گڈ، اب ذرا یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ واردات کی رات کو یہ رقاصہ کہاں تھی؟"

"اجی آپ سنتے جایے، یانی کی آپ کا شوکت بھی جاشوشی کر سکتا ہے، اور کیا۔ میں نے یہ بھی معلوم کرلیا ہے کہ پولیس نے لتا اور اس کی ماں کے خلاف کافی ثبوت مہیا کرلیا ہے۔ خدایا تو لتا کو ہر آفت سے محفوظ رکھنا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ لتا سے سب کچھ پوچھ کر آئے ہو۔" بالے نے جل کر کہا۔

"جی ہاں، میری اماں ہی تو لگتی ہے نا تو بے لعنت مجھ پر، جو مجھے سب کچھ بتا دے گی۔

دیکھیے، خان صاحب، اسے منع کر دیجیے، بیچ میں نہ ٹوکے۔ اب میں خاص بات بتانے والا ہوں۔" شوکت بولا۔

"اپنی رپورٹ میں کیوں نہیں لکھی؟"

"یہ پڑ لیتا۔ خیر اب میں زبانی بتائے دیتا ہوں۔ معلوم ہے پولیس کو جھاڑیوں کے پاس کھڑی ہوئی لتا کی کار سے ایک پستول بھی ملا ہے، جس میں سے ایک گولی چلی ہوئی ہے۔"

"کھٹ کھٹ کھٹ۔" دروازے پر دستک ہوئی۔

خان صاحب نے نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا اور مقامی انسپکٹر دوبے کو دیکھ کر ان کی بھویں سکڑ گئیں۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"تشریف لایئے۔" بالے نے کہا۔

"کیا بیرسٹر سہیل صاحب سے مل سکتا ہوں؟"

"جرور بولو، کیا کام ہے، میرا نام سہیل ہے، بیرسٹر سہیل۔"

"آپ سے ذرا پرائیوٹ کام تھا۔"

"فرماؤنا، کیا لتا نے بھیجا ہے؟"

"جی نہیں۔" سب انسپکٹر دوبے خان صاحب اور بالے کی طرف دیکھنے لگا۔

شوکت اس کا مطلب سمجھ گیا اور کہا۔

"کوئی بات نہیں، سب اپنے ہی آدمی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" دوبے بولا۔ پھر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک پستول نکال کر سامنے رکھ دیا اور شوکت سے پوچھا۔

"بیرسٹر صاحب، کیا آپ اس پستول کو شناخت کر سکتے ہیں، یہ کس کا ہے؟"

شوکت کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ہونقوں جیسی صورت بنائی اور خواہ مخواہ پستول کو اوپر

Akram Allahabadi

نیچے سے دیکھنے لگا۔

"میاں صاحبزادے، تمہیں اپنا پستول پہچاننے میں اتنی مشکل نہ ہونی چاہیے۔ کہتے کیوں نہیں کہ یہ تمہارا ہے۔" خان صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔لگتا تو میرا ہی ہے،مگر تمہارے پاس کہاں سے آیا؟"

"وہ آپ کو معلوم ہو جائے گا،مگر آپ نے یہ کس کو دیا تھا؟"

"یہ... یہ تو میں نے وہ ہیں نا، کیا نام ہے، مس لتا،ان کو۔ہاں شاید ان ہی کو نشانہ بازی کی مشق کرنے کیلیے دیا تھا۔" شوکت اٹک اٹک کر بولا۔

"کب دیا تھا؟" دوبے نے پوچھا۔

"ٹھیک سے تو یاد نہیں،شاید جمعرات کو دیا تھا۔"

"کونسی جمعرات کو،میرا مطلب ہے کتنے دن ہوئے؟"

"یہی کوئی پندرہ بیس دن ہوئے ہوں گے۔"

"او کے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس گولی سے مسٹر راڈرک کی موت واقع ہوئی ہے وہ اسی پستول سے چلائی گئی تھی۔"

"نہیں، مجھ کو کیا معلوم، کیا میں وہاں موجود تھا۔"

"اچھی بات ہے۔آپ سونا پور پولیس کو اطلاع دیے بغیر نہ چھوڑیں گے،سمجھ گئے۔" دوبے کے لہجے میں پولیس والوں کا اکھڑپن جھلک رہا تھا۔

"سب انسپکٹر دوبے، کیا میں ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟" خان نے پوچھا۔

"ضرور۔"

"مس لتا نے اس پستول کے بارے میں کیا کہا ہے۔ غالباً یہ وہی پستول ہے جو پولیس کو لتا کی موٹر سے جھاڑیوں کے پاس دستیاب ہوا ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ہر آدمی کو جواب دینا میرے لیے ضروری ہے۔" ایس آئی

Akram Allahabadi

دوبے نے اترا کر کہا۔

"میں انسپکٹر کمار کو ابھی فون کر کے پوچھ سکتا ہوں، مگر میں انھیں تکلیف دینا نہیں چاہتا، اس لیے تم سے کہا ہے۔ ویسے میں اپنا تعارف کرا دوں، مجھے سراغرساں خان کہتے ہیں اور میں مس لتا کی طرف سے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہ" ایس آئی دوبے کچھ سٹ پٹا گیا۔ کہنے لگا۔ "مس لتا نے کوئی خاص بات نہیں بتائی ہے، انھوں نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ پستول انھیں بیرسٹر سہیل نے نشانہ بازی کی مشق کیلیے دیا تھا۔ انھوں نے کوئی پندرہ دن پہلے اسے استعمال کیا تھا، لیکن موٹر میں یہ کس طرح پہنچا اس کے متعلق وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکیں۔"

"تھینک یو، دوبے جی۔" خان نے کہا اور ہاتھ ملانے کیلیے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوبے کے جانے کے بعد بالے نے شوکت کا پیچھا پکڑ لیا۔

"بڑا تیر مار کر آئے تھے، پولیس کو لتا کی موٹر سے پستول ملا ہے، یہ تک تو معلوم نہ تھا کہ وہ آپ ہی کا پستول ہے۔ اب بیٹا چکیاں پیسنا جیل میں، ساری چربی گل جائے گی۔"

"ہوہوہو... ہاہاہا... ہی ہی ہی..."

شوکت بالے پر دوڑ پڑا، مگر بالے نے وار خالی دیا۔ اس کمرے میں اچھا خاصا گھڑ دوڑ کا میدان بن گیا۔ "سالے عشق کرنے چلے ہیں، بیٹا کبھی سنا تھا،

؎ عاشقی کھیل نہیں ہے جسے بچے کھیلیں
ہم نے اس کھیل میں بہت پاپڑ بیلے

"اچھا اچھا، شاعر کی اولاد، تم ہی کو آتا ہے عشق کرنا، ہائے، کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا۔"

شوکت نے منہ لٹکا کر کہا۔ بالے کو ترس آ گیا اور وہ اسے اپنا رومال دے کر کہنے لگا۔

"لے بھائی، آنسو پونچھ لے۔"

Akram Allahabadi

خان ان تمام خرافات سے بے پروا اپنے ہی خیالوں میں منہمک تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شمّو

لتا کے بنگلے کے نیچے ایک گھوڑا گاڑی سامان سے لدی پھندی کھڑی تھی اور ایک بظاہر احمق نظر آنے والا انسان گاڑی بان سے لڑ رہا تھا۔

''میں تو ایک روپے سے ایک پیسہ زیادہ نہ دوں گا۔''

''ارے واہ، اسٹیشن سے لایا ہوں، ڈیڑھ روپیہ سیدھی طرح دھر دو ہتھیلی پر۔''

لتا صبح کی سیر سے واپس لوٹی تھی، وہ ہنگامہ دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے نووارد سے پوچھا۔

نووارد نے اس کا بغور جائزہ لیا اور پھر مسکرا کر پوچھا۔

''کیا آپ اسی مکان میں رہتی ہیں؟''

''ہاں، پر؟''

''کیا آپ کا نام لتا ہے؟''

''جی ہاں۔''

''میں بمبئی سے آیا ہوں۔ صاحب آپ کے یہاں ہیں؟''

''ہوں، بیرسٹر صاحب؟''

''ہاں ہاں، ان ہی کے گھر سے آیا ہوں۔''

''تو آؤ۔'' لتا نے گاڑی والے کو کرایہ ادا کیا اور ملازموں سے سامان اتروا کر مہمان خانے میں رکھوا دیا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟ کیا تم سہیل صاحب کے نوکر ہو؟''

''جی ہاں، میرا نام شمّو ہے، شوکت میاں کہاں ہیں؟''

Akram Allahabadi

"کون شوکت میاں، کیا سہیل صاحب؟"

"اچھا، بڑے ذات شریف ہیں ہمارے مالک نے یہاں آ کر نام بھی بدل لیا، شوکت سے سہیل بن گئے۔"

"تو کیا ان کا نام شوکت نہیں ہے؟"

"نہیں، گھر میں تو انھیں سب شوکت میاں کہتے ہیں۔"

"ہوں۔" لتا کچھ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ ہم کا بھی تو کوئی جادو وادو دکھاؤ۔"

"کیا مطلب، مجھے جادو وادو کہاں آتا ہے۔"

"ارے واہ، شوکت میاں لکھے رہیں کہ تم جادوگرنی ہو اور تم نے ان کا اوپر جادو کر دیا ہے۔"

"اوہ، کس کو لکھا تھا انھوں نے؟"

"اپنی ماں کو اور کس کو۔ وہ تم کا سنگ شادی کرنا چاہتے ہیں، مگر ان کی ماں کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ ہم تمھیں چپکا سے بتائے دیت ہیں۔ اسی کارن تو ہم کو یہاں بھیج دیں۔ پر ہو تم بہت سندر۔"

"اچھا اچھا، میں کھانا بھیجتی ہوں، تم کھانا کھاؤ میں تمھارے شوکت میاں کو بلوائے بھیجتی ہوں، کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور کہہ دینا۔"

"اور کا، تم سمجھتی ہو ہم تکلف کریں گے۔" شمو ٹین کا بکس کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

چند گھنٹے کے بعد ایک کمرے میں شمو مرغا بنا ہوا تھا اور شوکت اپنی پینٹ کا بیلٹ ہاتھ

Akram Allahabadi

میں لیے انتہائی غیض وغصب کی حالت میں کھڑا تھا۔

"مرغے کے سینگ، تجھے کہا کس نے تھا اس کے گھر جانے کو، بول ورنہ چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔"

"شوکت میاں، رحم۔ ہم کا کیا معلوم رہی کہ تم اتنے سخت ناراج ہوجیو، ماپھی دے دو۔"

"میں پوچھتا ہوں، تو گیا کیوں تھا وہاں، اگر امی جان نے بھیجا بھی تھا تو سیدھا میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ بول، ورنہ دیتا ہوں ابھی ایک نہیں تو۔ آپ ایسے نہیں بولے گا، چل لیٹ جا لمبا لمبا، نہیں لیٹے گا؟" شوکت نے اس کے ایک کک جمائی، شمو دور چاروں خانے چت جا گرا۔

"ارے مر گیا، کوئی بچاؤ۔" وہ چیخا۔

"آواز نکالی تو مار ڈالوں گا۔ بول وہاں کیوں گیا تھا؟" شوکت اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔

"ارے باپ رے، شوکت میاں، ہمیں اللہ رسول کا وسطا اب کبھی نہیں، کان پکڑتا ہوں، ارے میرا آٹا بن گیا۔"

"آٹا بن گیا، ابھی تو میدہ بناؤں گا تیرا، جب تک جواب نہیں دے گا کہ تا کے یہاں کیوں اترا تھا جا کر۔"

"بھئی جی کیلیے، شوکت میاں، مر گیا۔ تمہاری اماں نے کہا تھا کہ چپکے سے لتا بیگم کے بارے میں معلوم کر کے آؤ، سو میں نے سوچا ان ہی کے یہاں اتر پڑوں سب بات کا پتہ چل جائے گا۔"

"ہوں، اور کیا کہا تھا؟" شوکت نے شمو کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنی کمر دبائے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اور تو نے وہاں کیا کیا بکواس کی، یہ کیوں کہا کہ امی اس کو پسند نہیں کرتی ہیں۔"

Akram Allahabadi

''غلطی ہوگئی، بیرسٹر صاحب، تم نے بھی تو اپنا نام بدل کر رکھ لیا ہے، اب بولو۔ اور یہ بتاؤ کہ گھر کب چل رہے ہو؟ مالکن نے کہا ہے کہ تم کو ساتھ لے کر آؤں۔''

''ساتھ لے کر آؤں۔'' شوکت نے طنز سے دہرایا۔ ''جب تو واپس بمبئی جائے گا، جب ہی تو مجھ کو بھی لے جائے گا۔ یہیں دفن کر دوں تو میرا نام بھی شوکت نہیں۔'' شوکت بھینسے کی طرح ہانپنے لگا۔

شمو نے اس کا سارا عشق اور رومان ٹائیں ٹائیں فش کر کے رکھ دیا۔

لتا نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا، تم دھوکے باز ہو، تم نے اپنا نام غلط بتایا ہے، پھر تمہارے رشتے دار مجھے پسند نہ کریں گے۔ اور احمق الذی شوکت سے کوئی جواب نہ بن پڑا تھا۔ وہ یوں ہی میا تا رہ گیا تھا۔ لتا نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مجھے پتہ چل گیا کہ تم پولیس سے تعلق رکھتے ہو اور میری سی آئی ڈی کرنے کو تم کو لگایا گیا ہے۔ بیچارہ شوکت اس کا بھی جواب نہ دے سکا تھا اور اب شمو پر غصہ اتار رہا تھا جو کونے میں سہما ہوا بیٹھا تھا۔

شوکت نے بیلٹ کو دوبارہ پینٹ پر باندھ لیا، تو شمو کی جان میں جان آئی۔ اس نے بڑی مسکین صورت بنا کر کہا۔

''شوکت میاں۔''

''کیا ہے؟''

''وہ لتا بیگم ہیں بڑی خوبصورت۔ آپ فکر نہ کیجیے میں جا کر مالکن سے کہوں گا کہ وہ جرور آپ کا بیاہ ان کے ساتھ کر دیں۔''

''بکواس بند کر، سارا معاملہ چوپٹ کر کے اب مسکہ لگا رہا ہے۔ ضرور شادی کرے گی اب وہ تیرے باپ سے۔''

''میں اپنے باپ سے کہا کہہ رہا ہوں، میں تو آپ کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔'' شمو معصومیت سے بولا۔

”بھاگ جا یہاں سے، دور ہو جا میری نظروں سے، کہیں میں تیرا پیٹ نہ پھاڑ دوں۔“

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شکوک کا مثلث

"کیسی ستم ظریف ہے قدرت بھی۔" خان صاحب نے کہا۔

بالے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا۔

"آج تو آپ شاعری کر رہے ہیں، خدا خیر کرے۔"

"ہاں، یہ قدرت کی شاعری ہے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔"

"مثلث سمجھتے ہو کسے کہتے ہیں؟"

"ہاں، جس کی تین ٹانگیں ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک، تو ان میں سے ایک ٹانگ لتا ہے، دوسری اس کی ماں کی، تیسری میاں شوکت کی، کچھ سمجھے؟"

"اپنی کھوپڑی سے اوپر ہے۔"

"راڈرک کا قتل۔"

"مان لیا۔"

"اور اب لتا شوکت پر شک کر رہی ہے کہ اس نے رقابت میں راڈرک کو قتل کر دیا ہے۔ اس کی ماں اس کی بیٹی سے مشتبہ ہے اور میاں شوکت سمجھ رہے ہیں کہ ہو نہ ہو، لتا کی ماں ہی نے قتل کیا ہے۔"

"خوب، تو ہمیں راڈرک صاحب نے اپنے ہونے والے قتل کی تفتیش کے سلسلے میں یہاں ٹھہرائے رکھا تھا۔"

"چلو بیچارے سونگا بونگا اور روزاریو کی جان تو چھوٹ گئی۔"

Akram Allahabadi

"زیادہ طنز گر بننے کی کوشش نہ کرو، میں ان سے غافل نہیں ہوں، اچھا تم نے ماریا کا پتہ چلایا؟"

"پتہ کیا چلانا ہے، میں نے آج سے اس کی نگرانی کا پروگرام بنایا ہے، آپ مجھے ۶ بجے کیفے جارج میں ملیں تو آپ کو رپورٹ دوں۔ ہاں، ایک اور نئی بات معلوم ہوئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک صاحب ہیں سیٹھ علی اکبر، وہ بھی ماریا میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں اور مسٹر جان کے یہاں بھی آنا جانا ہے۔"

"علی اکبر... علی اکبر..." خان نے دہرایا۔ "اور حلیہ؟"

"لمبا پتلا چھریرا ناپ، آنکھوں پر ہمیشہ سیاہ چشمہ چڑھائے رکھتا ہے، ٹھیکیدار ہے اور متمول۔"

"کیا وہی تو، جس نے سونا پور اٹامک ریسرچ سینٹر کی عمارت بنوائی ہے۔"

"بالکل وہی، سینٹ پر سینٹ وہی۔"

"بالے، اب کچھ کچھ روشنی نظر آرہی ہے۔"

"تو پھر دماغ کی پوری کھڑکی کھول دیجیے تاکہ پوری طرح روشنی آجائے اور ہم بمبئی واپس جاسکیں۔"

"بکومت، تم جاسکتے ہو، مجھے سوچنے دو۔ میں چھ بجے کیفے جارج میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"مگر میک اپ میں، میں بھی میک اپ میں ملوں گا۔"

"او کے، گیٹ آؤٹ۔"

سراغرساں خان اپنی ٹوسیٹر میں جو دوپہر ہی کو پہنچی تھی، ٹھیک ۶ بجے کیفے جارج میں پہنچ گیا، مگر بالے کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ ایک خالی ٹیبل پر بیٹھ گیا اور کافی کا آرڈر دے کر سگار سے

Akram Allahabadi

شغل کرنے لگا۔ ابھی اس نے دو تین ہی کش لیے ہوں گے کہ ایک بیرا اس کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔

"صاحب، کیا آپ کا نام خان خانان ہے؟"

"ہوں، پھر؟"

"آپ کا فون ہے۔"

خان اٹھ کر فون رسیو کرنے لگا۔

"ہیلو، ہواز ہیئر؟"

"میں... میں شوکت بول رہا ہوں۔"

"بولو، پھر کیا بات ہے؟"

"آپ کو شو کے بارے میں تو پتہ چل ہی گیا ہوگا، کمبخت نے کیا بیڑہ غرق کیا ہے۔"

"فضول بکواس نہ کرو۔"

"اچھا جناب میں یہاں ماریا کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ ابھی یہاں سے نکل کر موٹر میں کہیں گئی ہے۔"

"تم نے کیوں اس کا تعاقب نہیں کیا، گدھے کہیں کے؟" خان نے رسیور رکھ دیا اور پھر اپنی میز پر آ بیٹھا۔ بیرا اس کی غیر حاضری میں کافی کی ٹرے رکھ گیا تھا، خان نے اپنے کپ میں کافی بنانی شروع کی، مگر اس نے کافی کا پاٹ اٹھایا ہی تھا کہ اس کے نیچے کاغذ کا ایک پرزہ دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

کسی نے پنسل سے جلدی جلدی لکھا تھا۔

خان، اگر راڈرک کی طرح بے موت مرنا نہیں چاہتے تو

واپس لوٹ جاؤ۔ "آر"

"وہ مارا۔" خان نے اپنے دل میں قہقہہ مارا۔ آخر اتنے لوگوں کا صبر رنگ لایا اور دشمن اپنی کمین گاہ سے باہر جھانک ہی پڑا، کیونکہ 'آر' سے سوائے روزاریو کے اور کیا ہو سکتا

ہے۔

اس نے رقعے کو سنبھال کر اپنے بٹوے میں رکھ لیا اور کلائی کی گھڑی دیکھ کر چسکیاں لینے لگا کہ اتنے میں پھر ایک بیرا آیا اور کہا۔

"کوئی صاحب مسٹر خوشک دماغ سے بات کرنا چاہتے ہیں، حلیہ آپ ہی کا بتایا ہے۔"

"ہاں، میرا ہی فون ہوگا، چلو میں چلتا ہوں۔" خان اٹھ کھڑا ہوا اور ریسور اٹھا کر دھاڑا۔

"کون بدتمیز ہے؟" وہ سمجھ گیا تھا کہ بالے ہوگا اور اب معذرت کرے گا کہ وقت پر نہ آسکا۔

"جی آپ کا پرانا خادم۔ عرض یہ ہے کہ حقیر فقیر پر تقصیر ایک بت طناز کی زلف میں لٹکا ہوا سونا پور کی سب سے اونچی پہاڑی پر پہنچ گیا ہے، مگر افسوس کہ میرے پاس کوئی تر نگا نہیں ہے جو یہاں نصب کر کے تین سنگھ کے بجائے چار سنگھ بن جاؤں۔ نیز مونگ پھلیاں بھی ختم ہوگئی ہیں، لہٰذا ممکن ہو تو فون کے ذریعے روانہ فرمایے۔ نیز یہ نوٹ کر لیجیے کہ موسم نہایت خوشگوار ہے۔"

"بکواس بند کرو، میں چھ بجے سے انتظار کر رہا ہوں، اگر دس منٹ کے اندر تم نہ پہنچے تو حوالات میں ہوگے اور ایس آئی دوبے کوئی رحم دل آدمی نہیں ہے۔" خان نے فون بند کیا اور اپنی جگہ پر آبیٹھا۔

وقت گزارنے کیلیے وہ ماچس کی تیلیوں سے مختلف شکلیں بنانے لگا، کہ یکا یک وہ چونک پڑا، کسی نے پیچھے سے اس کی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"بولو ہم کون ہیں؟" ایک منمناتی سی آواز آئی اور آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کے قہقہے گونج اٹھے۔

Akram Allahabadi

خان نے جھٹکے سے اپنی آنکھوں سے ہاتھ علیحدہ کیے اور کھا جانے والی نظروں سے بالے کو دیکھنے لگا، جو گولف کھیلنے والے لباس میں کھڑا بڑے نازو انداز سے مسکرا رہا تھا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے، نالائق۔" خان غرایا۔ کبھی کبھی بالے کا بے موقع مذاق سے بہت کھل جاتا تھا۔

"اسے بیہودگی نہیں، شاعروں کی اصطلاح میں شوخی کہتے ہیں۔ دیکھیے میں مثال دے کر سمجھاؤں آپ کو، کہا ہے۔

ذرا ان کی شوخی تو دیکھیے لیے ہاتھ میں زلفِ خم شدہ
میرے پیچھے آ کے دبے دبے مجھے سانپ کہہ کے ڈرا دیا

"شاعری کی دُم، تمہاری اس حرکت کے بعد یہاں بیٹھنا اپنے آپ کو تماشہ بنوانا ہے، چپ چاپ اٹھ کر میرے پیچھے چلے آؤ، سب لوگ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔" خان نے دبی زبان سے کہا اور ٹیبل پر بیرے کا بل رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کیفے جارج سے نکل گیا۔ بالے اس کے پیچھے تھا۔

"تمہاری بدتمیزیاں اب بہت بڑھتی جا رہی ہیں، تمہیں اب لوگوں کا احساس بھی نہیں رہتا ہے، کیوں؟" خان نے اپنی ٹو سیٹر اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"خان صاحب، میرے حضور، آپ یہ بھول گئے کہ اس وقت آپ بھی میک اپ میں ہیں اور بندہ بھی۔ سپرنٹنڈنٹ حضور احمد خاں کی حیثیت سے ضرور آپ کی تعظیم واجب ہوتی۔"

"اچھا بحث بند کرو، تم کبھی نہ سمجھو گے۔ بتاؤ ماریا کہاں ہے؟"

"بتا دوں۔"

"تو تنخواہ کس بات کی لیتے ہو؟"

"یہ بات نہیں، شرم جو آ رہی ہے۔"

Akram Allahabadi

"تم جیسے بے شرم کو شرم کہاں۔ بکتے ہو یا دوں دھپ۔"

"وہ سیٹھ علی اکبر کے ہاں گئی ہے، جس کی کوٹھی مشن اسکول کے قریب ہے۔"

"تو اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

"شرم کی بات اس سے آگے ہے۔" بالے نے لڑکیوں کی طرح ہاتھوں سے اپنا منہ چھپاتے ہوئے کہا۔

"بکو بھی، ورنہ چلتی گاڑی سے دھکا دے دوں گا۔" خان جھلایا اور گاڑی کی اسپیڈ تیز کر کے اسے راڈرک کے بنگلے کو جانے والی سڑک پر چھوڑ دیا۔

"ماریا علی اکبر کو ساتھ لے کر لیڈیز کارنر کی طرف گئی تھی۔ آپ جانتے ہیں وہ کتنی سنسان جگہ ہے اور پھر وہاں میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، خدا دوبارہ نہ دکھائے۔ لوگوں میں آج کل شرم وحیا تو بالکل رہی ہی نہیں ہے۔"

"تمہارے تو سینے پر سانپ لوٹ گیا ہوگا۔" خان بھی موڈ میں تھا۔

"لوٹنا کیا معنی، اب تک سینے پر قلابازیاں کھا رہا ہے۔ کمبخت جتنے سانپ ہیں، سب جمناسٹک کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔"

"اچھا تو یہ لیڈیز کارنر کیوں گئے تھے؟"

"بس سمجھ جایئے، ورنہ بے تحاشا شرم آجائے گی۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر ماریا علی اکبر کو اس کی کوٹھی پر چھوڑ کر اپنے ہوٹل چلی گئی۔"

"علی اکبر کے متعلق کیا تفصیلات معلوم کیں؟"

"مجھے ماریا سے کہاں فرصت تھی جو علی اکبر کے بارے میں تحقیقات کرتا۔"

"نکھے ہو نرے نکھے۔" خان نے گاڑی ٹرن کی اور ایک چھوٹے سے ہوٹل کے پاس روک دی۔ پھر دونوں اندر داخل ہوئے۔ ہوٹل والے نے انھیں نظر بھر کر دیکھا اور بیرے کو

Akram Allahabadi

اشارہ کیا۔

"کیا خدمت کروں، جناب؟" بیرے نے قریب آ کر پوچھا۔

"مرغ مسلم اور کسٹرڈ پڈنگ۔" بالے نے فوراً آرڈر دیا۔

"ہمیشہ بھوکے ہی رہتے ہو، گھر پر جو کھانا تیار ہوگا، اس کا کیا ہوگا؟" خان نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے میں تو سمجھا تھا کہ اس معمولی ہوٹل میں مرغ مسلم اور کسٹرڈ پڈنگ کہاں ہوگا، مگر وہ تو سچ مچ لیے آ رہا ہے۔ ٹھہریے میں ایک ترکیب کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر بالے نے ایک لمبی جماہی لی اور منہ پر ہاتھ مار کر جو ہٹایا تو اس کی مٹھی میں دو تین مکھیاں پھنسی ہوئی تھیں۔ بیرے کے پلیٹیں رکھتے ہی اس نے مکھیاں اس میں ڈال دیں اور چیخ کر کہا۔

"بوائے بوائے، ادھر آؤ۔"

"کیا ہے، جناب؟"

"جناب کے بچے، یہ دیکھو اس میں کیا ہے؟"

"اوہ، معاف کیجیے، میں دوسرا لاتا ہوں۔"

"معاف کیجیے گا، ضرور معاف کروں گا۔ تمہارے ہوٹل کا لائسنس نہ کینسل کرا دوں تو نام چغد خان رکھ دینا۔ مکھیاں کھلاتے ہو اس سے تو زہر ڈال دیا کرو کھانے میں۔ اٹھو، مٹا، ایسی کی تیسی یہاں کھانے والے کی۔ کہیں اور پیٹ بھریں گے۔" بالے نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ ہوٹل کے مالک نے بھی بہت سمجھانے کی کوشش کی، مگر بالے کہاں ماننے والا تھا۔

خان اور بالے جب اپنی رہائش گاہ پہنچے تو اس نے کہا۔

"کہو استاد، کیسی ترکیب چلی، مگر میری سمجھ میں اب تک یہ نہ آیا کہ آپ اس ہوٹل میں آخر گئے ہی کیوں تھے؟"

Akram Allahabadi

"اس کیلیے ابھی تمہیں دوسرا جنم لینے کی ضرورت ہے۔تم نے ایک چیز پر غور نہیں کیا۔ ہمارے اس ہوٹل میں داخل ہوتے ہی ایک کرسچین شخص جس کا نام شاید جان ہے، کس طرح گھبرا کر اٹھ گیا تھا۔"

"غور بعد میں کروں گا، پہلے یہ بتایے کہ اس کے اٹھ جانے سے ماریا کا کیا تعلق ہے؟"

"کچھ بھی نہیں، لیکن اس کا یوں گھبرا کر اٹھ جانا بھی بے معنی نہیں۔تم نے اگر دیکھا ہوتا تو فوراً پہچان لیتے۔اس کا گھر لتا ک گھر کے قریب ہی ہے۔"

"ارے تو یہ وہ جان تھا۔"

"مگر تم تو مرغ مسلم دیکھ کر ہی اندھے ہو گئے تھے۔"

"پھر کیا ہوا، اب جا کر اس کی گوشمالی کروں۔پولیس والے تو اس ک کان کھا ہی چکے ہوں گے۔"

"ہاں، پولیس اس سے پوچھ گچھ کر چکی ہے، مگر اس نے صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ رات میں کسی وقت اس نے ایک نسوانی چیخ کی آواز سنی تھی جو راڈرک کے بنگلے کی طرف سے آئی تھی، مگر چونکہ وہ نیند میں تھا، اس لیے اس نے دھیان نہ دیا اور سو گیا۔"

"یہ اطلاعات خاکسار ہی نے آپ کو بہم پہنچائی تھیں۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ میں نے بہ نفسِ نفیس معلوم کی ہیں۔"

"مگر آپ نے تو وہ مثلث بنایا تھا، اس میں تو مسٹر جان کی ٹانگ کیوں نہیں تھی؟"

"اس کے بجائے اب ایک اور ٹانگ آگئی ہے۔"

"بقول شوکت، یانی؟"

"یانی یہ کہ یہ دیکھو۔" خان نے کاغذ کا پرزہ نکال کر بالے کو دکھایا۔

"یہ کہاں ملا آپ کو؟"

"کہیں بھی، یہ بتاؤ میں ٹھیک کہتا تھا یا نہیں؟"

"باون تولے، پاؤ رتی۔ مگر باس اب تو بلی باہر آ گئی تھیلے سے۔"

"ہاں، اس کا انتظار تھا مجھے۔ اب میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ ہمیں بمبئی میں پائیں گے۔"

"تھینک یو، باس، شکریہ، ویری مچ۔"

"ٹنن... ٹنن... ٹنن..." فون کی گھنٹی بجی۔ خان نے بڑھ کر فون اٹھایا۔

"ہیلو، نمبر پلیز؟"

"کون، خان خانان، تازہ خبر یہ ہے کہ سیٹھ علی اکبر پھر ماریا کے پاس آیا ہے ہوٹل میں۔ میں نگرانی کر رہا ہوں، اگر کہیں باہر گئے تو میں ان کو فالو کروں گا۔ آپ بالے کو بھیج دیں تو اچھا ہے، ممکن ہے ہمیں رات بھر چوکیداری کرنی پڑے۔"

"نہیں، وہ نہیں آ سکتا۔ تم وہیں جمے رہو، اگر زیادہ دیر لگے تو فون کر لینا۔ او کے، خدا حافظ۔"

"وہی چغد ہوگا۔" بالے نے ملازم کو کھانا لگانے کیلئے کہتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں، وہی تھا، کہہ رہا تھا بالے کو بھیج دو یہاں شاید رات بھر پہرہ دینا پڑے کیونکہ سیٹھ علی اکبر پھر ماریا کے پاس آیا ہے۔"

"کمینہ، بدمعاش..." بالے کچھ اور گلفشانی کرنا چاہتا تھا کہ انسپکٹر کمار کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ہیلو، خان صاحب، ہیلو سارجنٹ بالے۔"

"ہیلو کمار۔"

"معاف کرنا خان صاحب بغیر اطلاع دیے آ گیا ہوں، آپ سے ایک ضروری کام

تھا۔'' کمار نے اپنا اوورکوٹ کھونٹی پر ٹانگتے ہوئے کہا۔

''کہو کیا بات ہے، کیا راڈرک کے قتل کے سلسلے میں...؟'' خان نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''ہاں، اسی سلسلے میں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں کامیاب ہو چکا ہوں۔''

''کیا قاتل گرفتار ہو گیا؟'' بالے بیچ میں حسبِ عادت بول پڑا۔

''نہیں، مگر میں جب چاہوں، اسے گرفتار کر سکتا ہوں۔''

''صحیح فرمایا آپ نے، مگر قاتل کو گرفتار کرنا آسان ہوتا ہے، مگر اس قاتل ثابت کرنا بہت مشکل۔'' خان صاحب بولے۔

''اسی لیے تو آپ کے پاس آیا ہوں۔'' کمار بولا۔

''مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت میں لتا کی والدہ کیلیے کام کر رہا ہوں۔''

''مگر، خان صاحب، بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آپ کا کچھ فرض ہے۔''

''ٹھیک ہے، مگر یہ علاقہ میرے حدود میں نہیں ہے، لہٰذا یہاں ہر قسم کی ذمے داری مقامی افسران پر ہے۔ تم جانتے ہو میں قاتل کو بچانے کی کبھی کوشش نہ کروں گا، لیکن میں سچ کہتا ہوں کسی بے گناہ پر آنچ بھی نہ آنے دوں گا۔''

''زندہ باد، میرے حضور'' بالے نے نعرہ لگایا۔

''اپنی چونچ دو منٹ بند نہیں رکھ سکتے ہو۔'' خان نے ڈانٹا۔

انسپکٹر کمار بولا۔

''اچھا خیر، میرا کیس تو سن لیجیے اور دیکھیے کہ میں قاتل کے گرد گھیرا ڈالنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔''

''کہو کیا کیس بنایا ہے؟ تھوڑی دیر کیلیے میں وکیلِ دفاع بنے جاتا ہوں۔''

''سنیے، اصل قاتل لتا ہے، تیور نہ چڑھایے، خان صاحب، پوری بات سن لیجیے۔

دیکھیے راڈرک اور لتا میں گہرے تعلقات تھے۔ایک رات جب کہ راڈرک نئی دہلی کیلیے روانہ ہونے والا تھا اس نے لتا کو رات کا کھانا کھانے کی دعوت دی اور سوائے ایک ملازم کے تمام ملازموں کو چھٹی دے دی۔یہ بات ملازمین کے بیانات سے ثابت ہو چکی ہے۔اس کے ملازم کریم کا جو کھانا کھلانے کیلیے موجود تھا، بیان ہے کہ اس نے ٹھیک آٹھ بجے کھانا لگا دیا تھا اور ساڑھے آٹھ بجے تک لتا اور راڈرک کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔جب پونے ۹ بجے تک وہ کام سے فارغ ہو کر چھٹی لینے گیا تو اس وقت لتا اور راڈرک کافی پینے بیٹھ چکے تھے۔چنانچہ وہ چلا جاتا ہے۔اس کے جانے کے کچھ دیر بعد راڈرک لتا پر دست اندازی کرتا ہے، لتا اپنا بچاؤ کرتی ہے، اس کے پرس میں سہیل کا دیا ہوا ریوالور موجود ہے، لہٰذا وہ ریوالور نکال لیتی ہے۔اس کشمکش میں اس کا پاؤڈر بکس گر جاتا ہے، وہ گولی چلا دیتی ہے اور راڈرک اپنی کرسی پر ہی ڈھیر ہو جاتا ہے۔"

"اس کے بعد وہ حالات کا جائزہ لیتی ہے اور اپنا پاؤڈر بکس اٹھاتی ہے اور اپنے گھر روانہ ہو جاتی ہے۔راستے میں اس کی کار پنکچر ہو جاتی ہے۔وہ موٹر کو وہیں چھوڑ دیتی ہے اور جلدی میں اسے ریوالور کا خیال نہیں رہتا، جسے وہ موٹر میں رکھ دیتی ہے۔گھر آ کر وہ اپنے جوتوں کو برف سے صاف کرتی ہے اور ان پر پالش کرتی ہے، پھر اسے اپنے پاؤڈر بکس کا خیال آتا ہے، وہ اسے ایک پرانے جوتے کی جوڑی میں چھپا دیتی ہے۔فرمایے کیا ثبوت مکمل نہیں ہے؟" انسپکٹر کمار بولا۔

"جی ہاں، مکمل ہے، مگر آپ لتا کو سزا نہیں دے سکتے، کیونکہ بقول آپ کے اس نے حفاظت خود اختیاری میں اپنی آبرو بچانے کیلیے پستول چلایا تھا۔"

کمار کا سر شرم سے جھک گیا۔ باسلے مسکرا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

اندھیری رات میں دو سائے مسٹر راڈرک کے بنگلے کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے، کیونکہ سامنے کی طرف اب تک پولیس کا پہرہ لگا ہوا تھا۔

"اگر شوکت کی اطلاع صحیح ہے تو اسے یہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" خان نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں، آیئے ہم اندر چلیں اس طرف ایک درخت ہے جس کے ذریعے ہم احاطے میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں کافی سروے کر چکا ہوں یہاں۔" بالے نے ایک طرف اشارہ کیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں مکان کے اندر تھے۔ بالے کی رہنمائی کے مطابق وہ دونوں راہداری سے ہو کر مسٹر راڈرک کی خوابگاہ میں پہنچ گئے۔ خوابگاہ کا درواہ بھی بند تھا اور کھڑکیاں بھی، جن پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔

دونوں ایک تاریک سی جگہ پردوں کی اوٹ میں ہو گئے اور کسی کا انتظار کرنے لگے۔ انھیں انتظار کی چنداں تکلیف اٹھانی نہ پڑی اور راہداری میں کسی کی انتہائی ہلکی سی چاپ سنائی دینے لگی۔

"جب تک میں کہوں اس وقت تک کوئی اقدام نہ اٹھانا۔" خان نے بے صبر بالے کو سمجھایا۔

اب چاپ نزدیک ہوتی جا رہی تھی۔ بالے نے ذرا سا پردہ سرکایا اور دیکھا کہ کوئی شخص خوابگاہ کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور تالا کھولنے لگا۔ تالا کھولنے کے بعد وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور اندر سے کھڑ پڑ کی آوازیں آنے لگیں۔

خان دبے پاؤں اپنی کمین گاہ سے نکلا اور دروازے میں سے اندر تکنے لگا۔ کمرے کا سامان نہایت بے ترتیبی سے پھیلا ہوا تھا اور سیاہ لبادے میں ملبوس ایک شخص الماری کی

Akram Allahabadi

درازوں کا سامان نکال کر نکال کر پھینک رہا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ ایک بریف کیس لگ گیا، جسے دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مگر بریف کیس میں تالا لگا ہوا تھا۔ نامعلوم شخص نے جیب سے بلیڈ نکالا اور پلاسٹک کے بریف کیس کو پھاڑ دیا، اس میں سے بہت سے کاغذات نکل کر گر پڑے۔ وہ شخص جلدی جلدی ان کاغذات کو دیکھنے لگا اور ان میں سے بعض کاغذات اپنے لبادے کی جیبوں میں ٹھونس کر بقیہ کو وہیں چھوڑ دیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ خان نے اپنا پستول نکال لیا اور اسے ہینڈز اپ کرنا چاہتا تھا کہ اپنی گردن پر پستول کی ٹھنڈی نال محسوس ہوئی۔

"حرکت نہ کرنا، ورنہ گولی کلیجے کے پار ہو جائے گی۔ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور سو تک گنتی گنو، اگر مرنا نہیں چاہتے ہو۔"

تعمیلِ حکم کے سوا خان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ ان لوگوں نے اس کو پہچانا نہیں، ورنہ وہ اسے ضرور ختم کر دیتے۔ مگر یہ بالے کہاں مر گیا، کیا اس کو بھی اسی طرح بے دست و پا کر دیا گیا ہے۔ سو تک گنتی گن کے اس نے نظر پھرائی۔ راہداری میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، مگر یہ کیا؟ راہداری کی بتی کس نے جلائی؟ اوہ، اس کی سمجھ میں آیا، حملہ آور ان کی گرفتاری کیلیے اس طرح بتی جلا کر پولیس کو چوکنا کر گئے تھے۔ وہ تیزی سے ادھر ادھر بالے کو ڈھونڈنے لگا، ایک جگہ کچھ آواز ہوئی، اس نے دیکھا بالے وہاں بندھا پڑا تھا۔ خان نے بڑھ کر جلدی سے اس کے منہ سے کپڑا نکالا اور ہاتھ پیر آزاد کیے۔

"وہی دوموا شخص تھا۔" بالے نے پہلا جملہ بولا۔

"تب تو اس کا ساتھی یقیناً روزاریو ہونا چاہیے۔"

"یعنی کہ علی اکبر۔"

"ہاں، مگر ابھی اس کی گرفتاری لاحاصل ہوگی، ہم اس کے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔"

"مگر وہ یہاں لینے کیا آیا تھا؟"

"وہی جس کی تلاش میں میں کئی مرتبہ آچکا ہوں، مگر کامیابی نہیں ملی۔"

"کیا شطرنج کی بساط والے کاغذات؟"

"ہاں، وہی۔"

"مگر وہ راڈرک کے پاس کہاں سے آئے؟"

"وقت نہیں ہے، پولیس بتی جلتی دیکھ کر ابھی آجائے گی۔ ہمیں آج رات علی اکبر کے چھاپا مارنا ہے، چلو باہر چلو۔"

تھوڑی دیر بعد دونوں دو بیٹر میں کیفے جارج کی طرف چلے جا رہے تھے۔

"غلطی ہماری ہی ہے، ہمیں اشتیاق میں یہ خیال بھی نہ رہا کہ روزاریو احمق نہیں ہے کہ چلا آئے۔" بالے نے اظہارِ خیال کیا۔

"جبکہ شوکت کی رپورٹ کے مطابق وہ مس ماریا کے ساتھ نکلا تھا، ہمیں سوچنا چاہیے تھا۔"

"میرے خیال میں یہ مس ماریا، یا زیتا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" بالے نے اندھیرے میں پانسہ پھینکا۔

"خوب، تیر نہیں تو تکا اسی کو کہتے ہیں۔ میرا بھی اس طرف خیال گیا تھا۔"

"مگر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ہے وہ اس وقت راڈرک کے گھر تلاشی لینے آئے گا؟"

"راڈرک کی موت کے بعد سے لے کر اب تک میں اپنے آدمیوں کے ذریعے اس کے گھر کی نگرانی کرتا رہا ہوں، سمجھے، اور کل تک کوئی شخص اس طرف نہیں آیا تھا۔ بس اس سے میری چھٹی حس سمجھ لو جس نے مجھے بتادیا کہ ہو نہ ہو وہ آج ضرور آئے گا۔ اچھا بیرے کو کافی کا آرڈر دو اور ٹیلی فون پر شوکت سے رپورٹ معلوم کرو۔" خان نے بالے کو حکم دیا۔

بالے نے اشارے سے بیرے کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا اور ٹیلی فون کی جانب بڑھ

گیا۔

خان اپنے ذہن میں واقعات کو ترتیب دینے لگا۔ دو سوالات تھے، اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔

مسٹر جان کون ہے اور وہ اس ڈرامے میں کونسا کردار ادا کر رہا ہے؟ ان کاغذات میں کیا ہے، جس کیلیے راڈرک کو قتل کر دیا گیا ہے؟ اور اس رات چیخ کس عورت کی تھی؟ ابھی وہ ان ہی خیالات میں منہمک تھا کہ بالے لوٹ کر آ گیا۔

"کیا خبر ہے؟"

"تشویشناک، علی اکبر اور ماریا کہیں جانے کی تیار کر رہے ہیں، چند منٹ میں روانہ ہونے والے ہیں۔"

"چلو اٹھو، اب ایک منٹ کی دیر ٹھیک نہیں ہے، ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جائیں گے۔"

خان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بالے نے کافی کا کپ منہ میں انڈیل کر ایک زوردار ڈکار لی اور کہا۔

"چلیے۔"

دوسرے منٹ میں خان کی دو سیٹر، ایلی، خان اور بالے کو لیے ہوئے فل اسپیڈ سے سونا پور کی شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔ وہ لوگ جلد ہی ہوٹل پر پہنچ گئے جہاں سے شوکت ان کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا چلے گئے؟" خان نے پوچھا۔

"ہاں، بس ایک منٹ پہلے۔"

"تو آ جاؤ دیر نہ کرو، پستول ہے تمہارے پاس؟"

"جی ہاں۔" مگر شوکت نے چھوٹی سی دو سیٹر کار کی ڈکی میں گھسنے کیلیے پورا ایک منٹ لگا دیا۔ اس کے بیٹھتے ہی کار روانہ ہو گئی۔ چونکہ ہلکی ہلکی برف باری شروع ہو گئی تھی، اس لیے آگے جانے والی موٹر کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ خان کو راستہ تلاش کرنے میں زیادہ

Akram Allahabadi

وقت نہ ہوئی، مگر ماریا والیہ کار کا دور دور تک نشان نہ تھا۔ اب ان کی کار شہر کی حدود سے نکل آئی تھی اور سرینگر جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی، جس کے درمیان سوناپور کا اٹومک ریسرچ سینٹر واقع تھا۔ ہلکی ہلکی برف باری ہورہی تھی اور برف کے ننھے ننھے ذرے چاندنی میں یوں چمکتے دکھائی دیتے تھے، جیسے جگنو چمک رہے ہوں۔ حدِ نظر تک ہر طرف ایک چمکدار اور سفیدی پھیلی ہوئی تھی، جو آنکھوں کو ناگوار گزر رہی تھی۔ خان کی ایلی فل اسپیڈ سے برف کو کچلتی ہموار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ بالے بیٹھے بیٹھے بور ہورہا تھا، کیونکہ خان منہ سے ایک لفظ نکالنے کیلیے تیار نہ تھا۔ بالآخر بالے سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا۔

"ذرا چاند کو دیکھیے، کس قدر حسین لگ رہا ہے۔ آج کاش پہلو میں آپ کے بجائے کوئی اور ہوتا تو میں یہ گانا گاتا اور بالے نے جواب کا انتظار کیے بغیر گانا شروع کیا۔

یہ وعدہ کرو چاند کے سامنے

شوکت بھی ترنگ میں آگئے اور پیچھے سے ڈکی پر بے تکا سا طبلہ بجانا شروع کردیا۔

"بھائی لوگوں، تم پولیس سے نام کٹوا کر قوال پارٹی بنالو تو کیسا رہے۔" خان نے چوٹ کی۔

"گا لینے دیجیے، شاید کار کا آخری گانا گا رہے ہوں۔" بالے بولا۔

"کیوں؟"

"ظاہر ہے آپ برف سے اٹی ہوئی سڑک پر اتنی تیز گاڑی چلا رہے ہیں، کسی وقت بھی پھسل کر الٹ سکتی ہے اور اس کے بعد ہماری ایئر کنڈیشنڈ ہڈیاں ہی دستیاب ہوسکیں گی۔"

"فکر نہ کرو، بیٹے، مگر یہ کیا چیز ہے؟" خان نے دور سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

جوں جوں گاڑی اس کے قریب آتی جاتی تھی، بالے کا ہاتھ اپنے ریوالور پر مضبوط ہوتا جاتا تھا۔ خان نے بھی گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کردی تھی اور ایک ہاتھ سے اسٹرنگ سنبھال کر دوسرے سے پستول نکال لیا تھا۔

Akram Allahabadi

"لو بیٹا، اپنے والد بزرگوار سے ملنے کیلیے تیار ہو جاؤ، وہ دیکھو سامنے تمہارے استقبال کیلیے کھڑے ہیں۔" بالے نے پیچھے مڑ کر شوکت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، شوکت نے دیکھا عین سڑک کے درمیان ایک دیوقامت برفانی آدمی کھڑا ہے، اس کے ماتھے پر ایک بڑی سی سرخ آنکھ چمک رہی تھی۔

"ارے باپ رے، گاڑی سے کود ورنہ میں کود پڑوں گا۔ او میرے خدا، مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔ جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔" شوکت نے جلدی جلدی جتنی آئتیں یاد تھیں پڑھنا شروع کر دیں۔

"کہیں یہ یتی (Yeti) (برفانی انسان) تو نہیں ہے؟" خان نے اس سے ایک فرلانگ پر گاڑی روک کر پوچھا۔

"مجھے تو یہ بھی باردولی کا بھوت نظر آ رہا ہے، بس گھوڑے کے منہ کی کسر ہے۔" بالے بولا۔

ایلی کے ونڈ اسکرین پر کافی برف جمع ہو گئی تھی، اس لیے سامنے کا منظر صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ خان نے رومال نکال کر برف صاف کی اور اس برفانی انسان کو غور سے دیکھنے لگا، اس نے ایک مرتبہ ہارن بھی بجایا، مگر وہ سڑک سے نہیں ہٹا۔ اس کی سرخ آنکھ برابر چمکے جا رہی تھی اور وہ بڑا ہی خوفناک نظر آ رہا تھا۔ خان نے قدرے توقف کیا اور پھر نشانہ لے کر پستول داغ دیا۔ دھائیں کی آواز فضا میں گونجی اور برفانی انسان کے پرخچے اڑ گئے، مگر اس کی آنکھ اب بھی زمین پر پڑی ہوئی چمک رہی تھی۔ خان، شوکت اور بالے تینوں موٹر سے اتر پڑے اور نہایت احتیاط سے اس طرف بڑھے جہاں سرخ آنکھ چمک رہی تھی، مگر قریب جانے پر پتہ چلا کہ وہ آنکھ نہیں، بلکہ سرخ ٹارچ ہے۔

"ہونہہ، ہم کو ڈرانے چلے تھے، اس بچوں کی ٹارچ لائٹ سے۔" شوکت نے ٹارچ اٹھاتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

"دراصل بدمعاشوں نے لوگوں کو ڈرانے کیلیے، یا اپنی نشانی کے طور پر لکڑیوں سے یہ انسانی ڈھانچہ بنا رکھا تھا، جس پر برف نے گر گر کر اسے اور بھی ہولناک بنا دیا تھا۔"

"کاریگری تو اچھی تھی، مگر چلی نہیں۔" بالے نے تبصرہ کیا اور تینوں موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ اب دور پر سونا پور اٹومک ریسرچ سینٹر کی عمارت دودھ میں نہائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ موٹر کے ٹائروں کے نشان بھی اس طرف مڑ گئے تھے۔

خان نے بھی اپنی موٹر اسی سمت موڑ دی۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا اور جا بجا برف سے ڈھکی ہوئی جھاڑیاں کھڑی تھیں۔ خان کو ڈرائیو کرنے میں سخت دقت پیش آ رہی تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد خان نے تجویز پیش کی۔

"کیوں نہ ہم اپنی کار یہاں جھاڑیوں میں چھپا دیں اور پیدل مارچ کریں۔ اس طرح ایک تو دشمن ہم سے غافل رہے گا، دوسرے ہم ایک دم ان کے سر پر پہنچ جائیں گے۔"

سب نے خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور موٹر کو ایک طرف گھنی جھاڑیوں کے درمیان کھڑا کر دیا۔ پھر یہ تینوں پیدل چلنے لگے۔ ایک جگہ انھیں موٹر کے دو پرانے ٹائر پڑے ہوئے ملے، خان ان ٹائروں کو غور سے دیکھنے لگا اور ایک دم کھڑا ہو گیا اور کہا۔

"دھوکہ۔ زبردست دھوکہ۔"

شوکت اور بالے احمقوں کی طرح اس کا منہ دیکھنے لگے۔

"وہ ہمیں جل دے گئے۔"

"مگر کس طرح؟"

"یہ ٹائر دیکھتے ہو؟"

"جی ہاں، برابر دیکھتے ہیں۔ اتنے بھی اندھے نہیں ہیں۔" بالے جل کر بولا۔

"ان ہی ٹائروں کے ذریعے ہمیں دھوکا دیا گیا ہے۔"

"وہ کس طرح، آپ کی تو عادت ہو گئی ہے پہیلیوں میں باتیں کرنے کی۔" شوکت

Akram Allahabadi

بھی جز بز ہو کر بولا۔

"ارے بھئی اس طرح کہہ کر تمہارے دماغ کو ورزش کراتا ہوں تاکہ تمہیں بھی نتیجہ اخذ کرنے کی عادت پڑے اور مشاہدہ تیز ہو۔"

"خیر یہ دماغی ورزش بعد میں کروالیجیے گا، فی الحال سلیس اردو استعمال کیجیے۔"

"بالے، کیا تمہیں ان تارّوں میں اور برف پر بنے ہوئے کار کے نشانات میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا، جن نشانات کو ہم ان کی موٹر کے تارّوں کے نشانات سمجھ کر تعاقب کرتے آئے ہیں۔ وہ در اصل ہمیں دھوکہ دینے کیلیے ان تارّوں سے بنائے گئے ہیں۔ اب بھی سمجھے یا کچھ اور تشریح کروں۔"

"بالکل سمجھ گیا، جناب، مگر پھر ان تارّوں سے نشانات بنانے والوں کے قدموں کے بھی نشانات ہونے چاہئیں۔" بالے نے اپنی عقل لڑائی۔

"ضرور ہونے چاہئیں، مگر ذرا برف کو دیکھو کس قدر تیزی سے گر رہی ہے۔ تارّ بھاری تھے، اس لیے ان کے گہرے نشانات بنے تھے جو اب تک قائم ہیں جب کہ آدمی کے پیروں کے نشانات ہلکے تھے اس لیے وہ برف میں دب گئے۔"

"آپ کا خیال صحیح ہے، پھر کیوں نہ ہم یہیں کہیں ان لوگوں کو تلاش کریں اگر انھوں نے ان تارّوں سے نشانات بنائے ہیں تو وہ زیادہ دور نہ جا سکے ہوں گے۔" شوکت نے مشورہ دیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، آؤ تلاش کریں۔"

تینوں مل کر تلاش کرنے لگے، چند منٹ بعد خان نے اشارے سے بالے اور شوکت کو بلا کر کہا۔ "یہ دیکھو۔" ایک نشیب میں برف کی کچھ سیڑھیاں سی جاتی معلوم ہو رہی تھیں۔ تینوں اس نشیب میں اتر گئے اور تلاش کرنے لگے، مگر تھوڑی دور پر جا کر وہ سیڑھیاں ختم ہو گئیں۔

"سیڑھیاں تو ختم ہوگئیں، اب کیا کریں؟" شوکت نے پوچھا۔

خان صاحب ایک سیڑھی کا غور سے معائنہ کرنے لگے پھر شوکت کو بلا کر کہا کہ وہ زور لگا کر اس برف کی سل کو اٹھانے کی کوشش کرے۔

"میرے خیال میں نیچے ضرور کوئی تہ خانہ ہے۔"

شوکت اور بالے مل کر زور لگانے لگے۔ دراصل وہ برف کی سل نہ تھی، بلکہ پتھر کا ایک تختہ تھا جس پر برف جم گئی تھی۔ سل کے ہٹتے ہی نیچے سیڑھیاں سی نظر آنے لگیں۔ شوکت اور بالے اندر جانے لگے، مگر خان نے انھیں روک دیا اور خود غار کے دہانے پر بیٹھ کر سن گن لینے لگا۔ پھر اس نے پستول نکالی اور تہ خانے کے اندر فائر کیا۔ جب دیر تک کسی قسم کی آواز نہ آئی تو خان نے کہا۔

"آؤ اب نیچے چلیں۔"

تینوں نے نیچے اترنا شروع کیا۔ اوپر جس قدر سردی تھی نیچے اس سے بہت تھی، لیکن تاریکی اوپر سے زیادہ تھی۔ یہ لوگ اپنی ٹارچ جلائے احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ برفانی سرنگ کچھ زیادہ بڑی نہ تھی اور کئی جگہ تو انھیں بیٹھ کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دور بعد سرنگ ایک طرف کو مڑ گئی تھی۔ جب یہ لوگ موڑ سے گزر چکے تو خان ایک جگہ اچانک ٹھہر گیا اور شوکت و بالے کو بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد کسی کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ تینوں نے مل کر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور ٹارچ بند کر دی ساتھ ہی انھوں نے آواز کے رخ پر بڑھنا شروع کر دیا۔ انھیں یہ جان کر بڑا تعجب ہوا کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تازہ ہوا کا ایک سرد جھونکا آتا تھا، دور نکل جاتا تھا۔ ابھی وہ دس قدم ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ سرنگ پھر ایک دم تنگ ہوگئی اور ان کے سامنے سائبریا کے اسکیمو لوگوں کے مکانوں جیسا ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آیا جس میں سے لیٹ کر گزرنا پڑتا ہے۔ کراہنے کی آواز اسی کمرے سے آ رہی تھی۔ خان نے شوکت کو دروازے کے قریب کھڑا کر دیا، کیونکہ اس کیلیے

پیٹ کے بل رینگ کر اس دروازے سے گزرنا سخت مشکل تھا۔ بالے اور خان دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر بالکل سردی نہ تھی، بلکہ کمرہ کافی گرم تھا۔ بیٹری کے ذریعے ایک مدہم روشنی کا بلب جل رہا تھا اور پاس ہی ہیٹر رکھا ہوا تھا۔ ایک طرف گرم کمبلوں میں لپٹی ہوئی لتا بندھی پڑی تھی اور وہی رہ رہ کے کراہ رہی تھی۔

بالے نے فوراً آگے بڑھ کر اسے آزاد کیا اور تھرماس سے گرم کافی نکال کر پلائی، تب کہیں وہ بات کرنے کے قابل ہوئی اور خان صاحب کو دیکھ کر خوشی سے اس کے آنسو نکل آئے۔

خان صاحب نے اسے تسلی دی اور ماجرا دریافت کیا۔

"میں اپنے گھر میں تھی کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ آپ نے مجھے فوراً طلب کیا ہے، نیچے موٹر کھڑی تھی، میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور آپ کے پاس آنے کیلیے روانہ ہو گئی۔ اس عورت نے مجھے باتوں میں اتنا مشغول رکھا کہ مجھے خیال ہی نہ آیا کہ ہم کسی سنسان جگہ آگئے ہیں۔ جب موٹر رکی اور ڈرائیور نے مجھ پر پستول تان لیا تو میں سمجھی کہ میرے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ اتنے میں ان کا اور ساتھی بھی آ گیا اور مجھے یہاں ڈال دیا گیا۔"

"چلو اوپر چلیں۔" خان نے کہا۔

راستے میں لتا نے بتایا کہ وہ لوگ اسے کل تک کیلیے یہاں چھوڑ گئے تھے اور صبح کسی اور جگہ منتقل کرنے والے تھے۔ وہ آپ کا بھی نام لے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب خان کو پتہ چلے گا کہ ہم سے ٹکر لینا کیا ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ابھی تک ان کا پلہ بھاری ہے، لیکن وہ دن دور نہیں جب وہ لوہے کی سلاخوں کے پیچھے ہوں گے۔" خان بولا۔

"تو کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟"

"ہاں، خوب اچھی طرح۔"

Akram Allahabadi

سرنگ سے نکلنے کے بعد خان نے دروازے کو اسی طرح بند کر دیا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو اور پھر موٹر میں آ بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار لتا کے بنگلے پر جا رہی تھی۔ راستے میں شوکت اور لتا کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ صرف اسے حریص نظروں سے دیکھتا رہا۔ خان نے اسے سمجھا دیا کہ وہ بہت محتاط رہے۔

لتا کے بنگلے پر انسپکٹر کمار اور سب انسپکٹر دوبے کے علاقہ مقامی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی موجود تھے اور لتا کی ماں نے انھیں اپنا بیان لکھوا دیا تھا کہ اس نے راڈرک کو قتل کیا ہے۔ لتا کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ حیران رہ گئی اور جذبات میں بہہ کر کہنے لگی۔

"مجسٹریٹ صاحب، آپ میرا بیان بھی لکھیے۔ ماتا جی نے دراصل میرے اغواء سے متاثر ہو کر اقبالِ جرم کیا ہے، صرف مجھے بچانے کیلیے حالانکہ قتل میں نے کیا ہے۔"

"جی نہیں، آپ لوگوں نے قتل نہیں کیا ہے، قتل میں نے کیا ہے۔ اس کا ثبوت میرا وہ پستول ہے، جس سے گولی چلائی گئی ہے۔" شوکت نے لتا کے اقبالِ جرم پر جذباتی بن کر خود ہی اقبالِ جرم کرنے کی کوشش کی۔

"او نئے مجنوں کے چچا بننے کی کوشش نہ کرو۔" خان نے ڈانٹا اور پھر انسپکٹر کمار کو ایک طرف لے جا کر کچھ سمجھانے لگے۔

"تو پھر وعدہ رہا آپ کل شام کو ضرور مجھ سے مل رہے ہیں۔"

"یقیناً ٹھیک ۷ بجے۔"

"اچھی بات ہے تو پھر میں چلتا ہوں، آیے مجسٹریٹ صاحب۔" کمار نے مجسٹریٹ کو اٹھایا اور کمرے سے نکل گیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد خان نے کہا۔

"یہ کیا حماقت ہے۔ خواہ مخواہ اپنے اوپر مصیبت لے رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں میں سے کسی نے راڈرک کو قتل نہیں کیا ہے۔"

لتا اور اس کی ماں نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور پھر لتا بولی۔

Akram Allahabadi

"تو پھر کون قاتل ہے؟"

"انشاء اللہ ۴۸ گھنٹوں کے اندر قاتل پکڑ لیا جائے گا۔ اچھا اب ہمیں اجازت دیجیے، اور دیکھیے آئندہ آپ میرے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں گی، ورنہ نتائج کی آپ خود ذمے دار ہوں گی۔ جب آپ نے میری خدمات حاصل کی ہیں تو مجھ پر بھروسہ رکھیے۔"

"ہم معافی چاہتے ہیں۔" لتا نے کہا۔ "ٹھہریے میں آپ کیلیے کافی بناتی ہوں۔"

"نہیں ہمیں بہت کام کرنا ہے، پھر کبھی سہی۔ دیکھیے میں نے انسپکٹر کمار کو کہہ دیا ہے وہ آپ کا بیان کینسل کرا دے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا، چلو، بالے۔" موٹر میں بیٹھنے کے بعد خان نے شوکت کی طرف زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "گدھے، یہ تمھیں کیا سوجھی تھی؟"

"عشق پُرایا تھا جناب کو۔ وہ تو کمبخت شمو نے آ کر کھیلا کر دیا ورنہ انھوں نے تو دولہا بننے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"دیکھو بالے بھائی، مجھ سے مذاق نہ کرنا، پانی کر مارے بیٹھوں گا۔"

"لو اور سنو ایک تو چوری اور اوپر سے سینہ زوری۔"

"بس ختم کرو۔" خان نے ڈانٹا اور موٹر اپنی قیام گاہ کے سامنے روک دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مجرم کون

عدالت عالیہ کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، کیونکہ آج راڈرک کے قتل کے مقدمے کی سماعت تھی اور شوکت بیرسٹر سہیل کے روپ میں سرکاری گواہوں پر جرح کرنے والا تھا۔ جب فاضل جج نے اپنی کرسی سنبھالی اور مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی تو شوکت اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور کہا کہ وہ مسٹر جان سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مسٹر جان کو گواہوں کے کٹہرے میں لایا گیا۔ اس وہ بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ شوکت نے جرح شروع کرنے سے پہلے لتا، لتا کی ماں، مسز جان، خان، بالے اور دیگر لوگوں پر نظر ڈالی۔ کمرہ عدالت میں اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافرز بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ جب مسٹر جان نے انجیل مقدس کو چھو کر قسم کھائی تو شوکت نے پہلا سوال کیا۔

''مسٹر جان، آپ کا علی اکبر سے کیا تعلق ہے؟''

''کون علی اکبر؟''

''اچھا تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ علی اکبر کو نہیں جانتے؟''

''میں نے یہ کب بولا، ہم تو بہت سا علی اکبر کو جانتا ہے۔''

''میں اس علی اکبر کو پوچھتا ہوں جس کے ساتھ مل کر تم ایک ہوٹل کھولنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔''

''اوہ، وہ والا۔''

''اچھا، مسٹر جان، اس علی اکبر سے آپ کی دوستی کیسے ہوئی؟''

''ہم ریس کھیلتا ہے اور ہمارا دوست علی اکبر بھی ریس کھیلتا ہے، اس واسطے ہماری پہچان ہو گئی تھی۔''

Akram Allahabadi

"اور پرسوں تم علی اکبر کے پاس کیوں گئے تھے؟"

شوکت کے اس سوال پر سرکاری وکیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ غیر متعلق سوالات پوچھنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔"

شوکت نے جواباً اعتراض کیا کہ اس کا یہ سوال غیر متعلق نہیں ہے، لیکن پھر بھی میں اسے نظر انداز کرنے کیلیے تیار ہوں۔

"اچھا مسٹر جان آپ یہ بتایے کہ آپ نے قتل کی رات چیخ کی آواز کب سنی تھی۔

"کوئی پونے بارہ یا بارہ بجے کا وقت تھا۔"

"آپ کو راڈرک کے بنگلے تک جانے میں کم از کم پندرہ منٹ تو لگے ہوں گے؟"

"ہم نے کیا دیکھا؟ ہم ادھر گیا ہی کب تھا جو کچھ دیکھتا، تم کیسا پاگل کا ما فک بات کرتا ہے۔"

"گدھے، تم چپ رہو۔ جھوٹ بولتا ہے، نالائق، میں تیرا خون پی جاؤں گا۔ باہر نکل کورٹ سے۔"

"آرڈر آرڈر۔" جج صاحب نے ہتھوڑا بجایا۔

"آرڈر کی ایسی کی تیسی۔" شوکت نے مسٹر جان کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور اسے گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔

"بول تو کیا تھا کہ نہیں، سالے خونی، نمک حرام۔"

"ارے بھائی شوکت، میں ہوں، ہوش میں آؤ، کیا کر رہے ہو؟"

بالے چیخا۔ "کیا کر رہے ہو، میرے اوپر سے ہٹو۔"

بالے نے شوکت کو دھکا دینا چاہا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ دراصل وہ خواب دیکھ رہا تھا اور بیرسٹر سہیل بن کر اپنی لتا کا مقدمہ لڑ رہا تھا اور اس وقت نیند میں بالے کو مسٹر جان سمجھ کر دبوچے بیٹھا تھا۔ "آنکھیں کھولو شوکت، ہوش میں آؤ۔"

"بولو، مسٹر جان، سچ سچ بتادو کس نے قتل کیا ہے راڈرک کو؟" شوکت آنکھیں بند کیے غرا رہا تھا۔

"جان کے بچے، جا کہتا ہے کہ..." بالے نے زور لگا کر اسے ایک طرف لڑھکا دیا۔

"ارے نکل گیا، می لارڈ، اس کو پکڑنے کا... ایں... یانی کمرہ عدالت کہا گئی۔ بالے بھائی، وہ سالا جان کا بچہ کدھر غائب ہو گیا۔" شوکت جاگتے ہوئے آنکھیں پھاڑ کر بالے کو دیکھنے لگا۔

"موٹے، کون جان، کیا خواب دیکھ رہے تھے۔ کیا عدالت میں مقدمہ لڑ رہے تھے؟"

"ہاں یار تم نے مجھے نیند سے جگا کر میرا کیس تباہ کر دیا۔"

"مگر میرا گلا کیوں دبا رہے تھے؟"

"میں تو تمہیں جان سمجھ رہا تھا۔ استاد کیا کر رہے ہیں؟"

"اس وقت مراقبے میں ہیں پورے دو گھنٹے سے اپنے کمرے میں بند ہیں۔ معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں۔"

"بھائی بالے، میری تو سمجھ میں کچھ آتا نہیں بات کیا ہے؟ چکر پہ چکر بنتا چلا جا رہا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔" شوکت اکتا کر بولا۔

"ہاں، مگر خان صاحب سے پوچھے کون، وہ تو جب تک حالات پر مکمل قابو نہیں پالیں گے ہمیں کچھ نہ بتائیں گے۔"

"بتائیں گے کس طرح نہیں، نکلنے دو میں پوچھوں گا۔"

چنانچہ جب ناشتے کی میز پر تینوں جمع ہوئے تو شوکت نے کہا۔

"خان صاحب، ہم بہت بور ہو رہے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں، آخر بات کیا ہے، ہمارا بمبئی سے ہائٹ لینڈ جزیرے کا سفر اور وہاں سے جہازی بیڑ میں روانگی اور پھر

Akram Allahabadi

یہاں سونا پور کے قیام کے دوران مسٹر راڈرک کا قتل۔ یہ سب کیا ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے؟''

''اور تم وہ باردولی کے بھوت والا قصہ تو بھول ہی گئے۔'' بالے نے لقمہ دیا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بہت پریشان ہو، مگر کچھ اپنی عقل بھی تو لڑاؤ، کیا اتنے سارے واقعات کے بعد بھی تمہاری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

''نہیں، جناب، بقول بالے کے میری تو عقل موٹی ہے اس میں کیسے کوئی چیز آسکتی ہے۔'' شوکت نے بڑی فراخ دلی سے اپنی ہار مان لی۔

''تم بولو، بالے، تم کیا سمجھتے ہو؟''

''تو گویا آپ ٹیسٹ لے رہے ہیں۔''

''چلو یونہی سمجھ لو۔''

''تو پھر سنیے، جناب۔''

''ارشاد۔'' خان صاحب سے پہلے شوکت بول پڑا۔

''ہماری مہم احمد آباد کی بین الاقوامی کانفرنس سے شروع ہوتی ہے، جو اس غرض کیلیے ہوئی تھی کہ بعض اتحادی ملکوں کے خلائی سفر کے فارمولے چرائے گئے تھے اور چرانے والے ان چند بڑے سائنس دانوں میں سے تھے جو اعلیٰ سائنس کانفرنس میں شریک تھے۔ لہٰذا ان کا سراغ لگانا تھا، اور اسی لیے ہم نے ہائٹ لینڈ جزیرے کا سفر کیا، اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دشمن اس کانفرنس سے غافل نہ تھا اور ان سراغرسانوں کو ختم کردینا چاہتا تھا جن سے ان کو خطرہ تھا۔ چنانچہ ہماری ٹرین پر اسی لیے حملہ کیا گیا تھا، لیکن بعد ازاں وہاں سے فرار ہی میں بہتری کی صورت نظر آئی اور وہ اپنے حواریوں کے ساتھ سی برڈ جہاز کے ذریعے، جس کا کپتان ان کے گروہ ہی کا آدمی ہے، ایک نامعلوم سمت چل پڑے جہاں ایک خاص مقام پر ٹھہر کر انھیں یہ فارمولے دوسرے ملکوں کے ایجنٹوں کو فروخت کرنے تھے، ان لوگوں نے ان کاغذات کو ایک شطرنج کی بساط میں چھپایا ہوا تھا، مگر اتفاقاً وہ بساط آپ کے ہاتھ لگ گئی، لیکن

ہم لوگ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ مسٹر راڈرک جو دشمن کے ساتھیوں میں سے تھا، اس سراغرسانوں کی کانفرنس میں محض اس لیے شریک ہوا تھا کہ وہ بدمعاشوں کو مخبری کرتا رہے، آپ کے ساتھ ہولیا اور آپ کو اعتماد میں لے لیا، مگر جب اتفاقاً شطرنج آپ کے ہاتھ میں آ گیا تو اس کی نیت بدل گئی اور اس نے ایک روز موقع پا کر شطرنج میں سے وہ تمام فارمولے نکال لیے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ جب فارمولے دشمنوں کے قبضے سے نکل گئے تو انھیں سخت پریشانی ہوئی کیونکہ وہ شطرنج کے گم جانے کی وجہ سے اس خاص مقام تک نہ پہنچ سکتے تھے جہاں انھیں سودا کرنا تھا۔ دوسرے وہ فارمولے بھی غائب ہو چکے تھے۔" بالے نے نہایت فخریہ انداز میں خان صاحب کی طرف دیکھا جن کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ کر غائب ہو چکی تھی۔

"آگے بڑھو۔" انھوں نے کہا۔ بالے نے کہنا شروع کیا۔

"فارمولے حاصل کرنے کیلیے اور شطرنج کا پتہ چلانے کیلیے انھوں نے راڈرک پر زور ڈالا۔"

"کس نے؟" شوکت بیچ میں بولا۔

"مسٹر روزاریو اور مسٹر سونگا نے، مگر راڈریک بھی بڑا استاد تھا۔ اس نے انھیں باتوں میں ٹالے رکھا اور پھر معذوری ظاہر کی۔ جب وہ مایوس ہو گئے تو انھوں نے جہاز کو اڑا دینے کا منصوبہ بنایا جسے آپ نے عین وقت پر ناکام بنا دیا، مگر وہ لوگ بے خبر نہ تھے انھیں پتہ چل گیا کہ جہاز تباہ نہیں ہوا اور ہم لوگ بچ گئے ہیں۔ راڈرک جو ڈبل گیم کھیل رہا تھا، جانتا تھا کہ اگر ان لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ کبھی اسے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ لہٰذا اس نے واپس امریکہ جانے کا خیال ہی چھوڑ دیا اور سونا پور میں مستقل قیام کا ارادہ کر لیا تاکہ جب معاملہ دب جائے تو وہ پھر ان فارمولوں کو فروخت کر کے اپنی زندگی عیش و آرام سے گزار سکے، مگر روزاریو اور سونگا اس کی تلاش میں تھے۔ انھیں شبہ ہو گیا تھا کہ راڈرک نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے، چنانچہ وہ اسے تلاش کرتے رہے۔ راڈرک کو بھی معلوم تھا کہ روزاریو اور سونگا اس کی فکر میں ہوں گے،

Akram Allahabadi

لہٰذا اس نے اپنی حفاظت کیلیے ہمیں بھی یہیں سونا پور میں ٹھہرا لیا اور اپنی شادی کا چکر چلا دیا۔ لتا کو وہ واقعی چاہنے لگا تھا اور اس کا اس سے شادی کرنے کا ارادہ تھا، مگر روزاریو نے اسے اچانک آلیا۔ روزاریو، یا سونگا دونوں میں سے ایک نے علی اکبر کو جو یہاں اٹومک ریسرچ سینٹر کا ٹھیکیدار بھی تھا اور ان کا کارندہ بھی تھا اور اسی کے ذریعے انھیں راڈرک کی موجودگی کی اطلاع ملی تھی، کسی اور مقام پر بھیج دیا، یا قتل کر دیا، اور خود علی اکبر بن کر تاک میں رہنے لگے۔ انھوں نے ایک اور چال چلی اور زیتا کو ماریا کی حیثیت سے یہاں ایک کیفے میں رقاصہ بنا کر راڈرک کے پیچھے لگا دیا۔ زیتا نے شاید کئی مرتبہ راڈرک کے گھر کی تلاشی بھی لی ہوگی، لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی، چنانچہ اب روزاریو نے خود اس کام کو انجام دیا اور ہمیں پریشان کرنے کیلیے لتا کو بھی اغوا کرلیا تاکہ اس طرف سے ہماری توجہ ہٹ جائے۔ راڈرک نے وہ فارمولے کسی پوشیدہ جگہ چھپا کر رکھے ہوئے تھے، مگر جب وہ دہلی جانے لگا تو اس نے انھیں ساتھ لے جانا مناسب سمجھا اور اپنے بریف کیس میں رکھ لیے، مگر اسی رات اسے روزاریو اینڈ پارٹی نے شاید زیتا کے ذریعے قتل کروا دیا مگر پولیس کی موجودگی کی وجہ سے وہ اس کے گھر کی پھر تلاشی نہ لے سکے۔ بہر حال پہلی فرصت میں انھوں نے تلاشی لی اور کامیاب ہوگئے اور اس وقت شاید وہ کسی ہوائی مستقر سے اڑنے کی فکر میں ہوں گے۔''

''ویری گڈ، تمہاری عقل کا امتحان لے کر مجھے پہلی بار مسرت ہوئی۔'' خان صاحب نے بالے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''میری طبیعت بھی بہت گلیڈ ہوئی۔'' شمو نے ناشتے کے برتن اٹھاتے ہوئے کہا۔

''باجی، کتنی مرتبہ کہا ہے کہ بیچ میں نہ ٹپکا کرو۔'' شوکت نے ڈانٹا اور پھر خان صاحب سے کہنے لگا۔

''اس میں کون سی بڑائی کی بات ہوئی، کیونکہ بالے بھائی نے نہ یہ بتایا کہ راڈرک کو قتل کرنے والے کون تھے اور نہ یہ بتایا کہ بار دولی کا بھوت کیا بلا ہے اور اب کیوں نظر نہیں

آتا۔"

"چند گھنٹے صبر کرو، معلوم ہو جائے گا، مگر میں یہ بتا دوں کہ بارڈولی کے بھوت کے متعلق اب تک میں بھی کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ راڈرک کو چونکہ ہپناٹزم سے دلچسپی ہے، اس لیے وہ لوگوں کو ہپناٹائز کر دیتا ہوگا اور لوگوں کو بارڈولی کا بھوت نظر آتا ہوگا۔"

"آپ کو راڈرک پر پہلی مرتبہ کب شبہ ہوا تھا؟"

"اسرار کا پیغام ملنے پر، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شطرنج سے کاغذات گم ہو جانے پر۔"

"اسرار کا پیغام کیا تھا، پوچھ سکتا ہوں۔"

"ضرور، میں نے اس کو لکھا تھا کہ احمد آباد جا کر معلوم کرے کہ جس روز ہم ٹرین میں سفر کر رہے تھے آیا راڈرک احمد آباد میں موجود تھا۔ اس نے جواب میں بتایا تھا کہ نہیں۔ پھر تمہیں یاد ہوگا کہ جب میں نے جہاز پر بارڈولی کے بھوت کا ڈھونگ رچایا تھا تو راڈرک نے کس قدر سختی سے اس کی تردید کی تھی کہ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ راڈرک کا بھوت سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ چنانچہ میں نے ہپناٹزم اور مسمریزم پر بے شمار کتابیں پڑھ ڈالیں، مگر ایسی بات سمجھ میں نہیں آئی جس سے یہ مسئلہ حل ہو سکے۔" خان نے کہا۔ "رہ گیا اس کے قتل کا مسئلہ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ دراصل اس کے قتل کا ذمے دار مسٹر جان ہے، زیتا نہیں۔"

"کون...؟ مسٹر جان؟"

"جی ہاں، میں تو پہلے ہی بالے بھائی کو بولا تھا۔ یہاں تک کہ خواب میں بھی اس کو مجرم ثابت کر دیا تھا۔" شوکت خوش ہو کر بولا۔ مگر خان نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور اپنا بیان جاری رکھا۔

"مسٹر جان دراصل مسٹر راڈرک سے اپنا بنگلہ واپس لینا چاہتا تھا، چنانچہ علی اکبر کے

Akram Allahabadi

روپ میں روزاریو نے اس کوراڈرک کے قتل کا مشورہ دیا اوراسکیم بھی سمجھادی کہ جس روز لتااس کے یہاں سے دیر سے واپس لوٹے، جان قتل کردے۔اس طرح قتل کا الزام لتا پر آجائے گا۔ چنانچہ ایک روز جان کواس کا موقع مل گیا۔اس نے لتا کو آتے دیکھااور چپکے سے راڈرک کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگیا۔راستے میں اسے لتا کی موٹر دیکھ کر تعجب ہوا۔وہ لتا کی کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔اتفاق سے اسے شوکت کا دیا ہوا پستول موٹر کے خانے میں مل گیا۔اس نے جاکر راڈرک کوقتل کردیااور پستول واپس موٹر میں چھپا دیااور پھرآ کر سورہا۔اس کے تھوڑی دیر بعد زیتا بھی وہاں پہنچی اورراڈرک کومردہ دیکھ کراس کی چیخ نکل گئی، جسے لتا کی ماں نے لتا کی چیخ سمجھا۔"

"تو پھر مسٹر جان کواب تک گرفتار کیوں نہیں کیا گیا؟"

"اس لیے کہ میں روزاریو کو چوکنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"مگر جیسا کہ بالے بھائی کہتے ہیں فارمولے ملنے کے بعدتو وہ فرار کی سوچ رہے ہوں گے۔"

"ہاں،صرف سوچ ہی سکتے ہیں،فرار نہیں ہوسکتے۔"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔خان نے مسکرا کر شوکت کی طرف دیکھااور کہا۔

"دیکھوانسپکٹر کمار کا فون ہوگا۔اسے بین الاقوامی غداروں کے سرغنہ روزاریواور عالمی اسمگلروں کے چیف سوگا توکو گرفتاری پر میری طرف سے مبارک پیش کرو۔"

شوکت نے فون اٹھایا۔واقعی انسپکٹر کمار کا فون تھااوروہ بے حد خوشی کے لہجے میں کہہ رہا تھا، خان صاحب سے کہو میں نے تینوں کوگرفتار کرلیا ہےاوروہ اہم کاغذات بھی برآمد کرلیے ہیں۔میں انھیں جیل پہنچانے جارہا ہوں پھرآپ سے ملاقات کروں گا۔اوریہاں کاغذات میں سے ایک سیاہ نوٹ بک بھی دستیاب ہوئی ہے جوراڈرک ڈائری ہے۔اوراس نے ساری گتھیاں سلجھادی ہیں۔اوکے،بائی بائی۔"

''ٹھہرو، اس سے پوچھو کیا ڈائری میں کہیں باردولی کے بھوت کا بھی ذکر ہے؟''

''ارے میاں کمار صاحب، ذرا ٹھہرنا خان صاحب پوچھ رہے ہیں کہ راڈرک کی ڈائری میں کہیں باردولی کے بھوت کا بھی ذکر ہے؟''

''جی ہاں، ان سے کہو، بلکہ فون انھیں دے دو۔'' کمار بولا شوکت نے فون لا کر خان صاحب کو دے دیا۔

''مبارک ہو، مسٹر کمار، آج تم نے بڑا زبردست کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''جی یہ سب آپ کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ ہاں تو ڈائری میں ایک صفحے پر لکھا ہے کہ میں اپنے تصور کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے پر بھی قادر ہو گیا ہوں۔ یہ میری سب سے بڑی جیت ہے۔ پھر ایک جگہ لکھا ہے، 'لوگوں نے میرے تخیل کو باردولی کا بھوت کا نام دیا ہے۔ ہیلو... ہیلو... دیکھیے اور بھی بہت کچھ ہے، میں آپ کے پاس لے آؤں گا۔''

''اور جان؟''

''اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور اس نے اقبالِ جرم بھی کر لیا ہے۔ او کے بائی بائی۔''

دوسرے دن جب یہ لوگ ہوائی مستقر پر چارٹرڈ پلین سے بمبئی جانے کیلیے کھڑے تھے تو بالے کا منہ پھولا ہوا تھا۔ کیونکہ خان صاحب نے اتنے زبردست کیس کا سہرا بجائے اس کے کمار کے سر باندھ دیا تھا۔

☆☆☆ **ختم شد** ☆☆☆

Akram Allahabadi